جنوری 1998ء رمضان المبارک 1418ھ

اللہ

ماہنامہ گوجرانوالہ

اصلاح انسانیت

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان
کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

ایڈیٹر عبدالقیوم ہاشمی

شعبہ سرکولیشن وحید احمد

مجلس ادارت

الحاج محمد مرتضیٰ توحیدی ، ایم محمد اکرم

پروفیسر منیر احمد لودھی، ایم محمد طالب

ڈاکٹر عبدالرشید وقار، محمد صدیق

سید عاشق حسنین مرتضیٰ شاہ بخاری

مولانا حافظ بشیر احمد

قیمت فی شمارہ ——— -/10 روپے

سالانہ فنڈ ——— -/100 روپے

شیخ سلسلہ سے رابطہ کیلئے:

قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی کاشانہ توحیدیہ نوکھر ضلع گوجرانوالہ: Ph: 268424

ایڈیٹر سے رابطہ کیلئے: عبدالقیوم ہاشمی تھانہ روڈ گکھڑ: Ph: 260734

پبلشر عامر رشید انصاری نے اصلاح برقی پریس لوہا بازار سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

اس شمارے میں

اداریہ

جیسا کہ سب لوگ جانتے ہیں کہ انسان جسم و روح سے مرکب ہے جسم کی تخلیق مادہ سے ہوئی لہٰذا اس کی غذا اور دیگر تمام ضروریات بھی اس مادی دنیا میں موجود ہیں روح اَمر الٰہی ہے اس کا تعلق عالم قدس سے ہے۔ اس کی غذا اللہ کا ذکر ہے جس طرح انسان جسم غذا کے بغیر نڈھال اور لاغر ہو جاتا ہے۔ بعینہ روح انسانی اللہ کی یاد اور ذکر کے بغیر لاغر و کمزور ہو جاتی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ انسانی انتہائی بے سکونی، اضطرار، بے چینی اور بے اطمینانی کا شکار ہو جاتا ہے اور تمام دنیوی نعمتوں اور سہولتوں کے ہوتے ہوئے بھی پکار اٹھتا ہے کہ آخر اس مرض کی دوا کیا ہے؟۔

اور انسان اس ضمن میں اس سہل ترین طریقہ علاج پر بھی غور نہیں کرتا جو خود معالج حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ نے تجویز فرمایا ہے یعنی

الا بذکر الله تطمئن القلوب ○

یعنی "غور سے سنو دلوں کا اطمینان اللہ کے ذکر سے حاصل ہوتا ہے"

حضرات گرامی! جب ہم طبعی طور پر کسی بیماری میں مبتلا ہو جائیں تو مختلف ڈاکٹروں سے علاج کی خاطر شہر شہر، قریہ قریہ مارے مارے پھرتے ہیں۔ ہر کسی سے اپنی بیماری کا دکھڑا روتے ہیں اور کسی اچھے معالج کا پتہ پوچھتے پھرتے ہیں۔ جہاں کہیں تسلی بخش معالج میسر آتا ہے۔ وہی پہنچتے ہیں حتی کہ بیرون ملک علاج کی خاطر کثیر دولت بھی خرچ کر دیتے ہیں اور اس معالج کی ہدایات پر پورے یقین سے عمل کرتے ہیں۔ کہنے کا مطلب ہرگز نہیں کہ یہ سب امور غلط ہیں نہ صرف درست ہیں بلکہ اسلامی تعلیمات کے عین مطابق بھی ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا ہم اپنی روح کی ضروریات کا بھی ایسے ہی خیال رکھتے ہیں؟ کیا ہم نے ایسا بھی کیا ہے کہ کثرت ذکر سے اللہ کی یاد تازہ کر کے روح کو بیدار اور صحت و توانا کیا ہو؟ کیا ایسا بھی ہے کہ ہم نے کسی روحانی معالج یعنی اہل اللہ کی تلاش میں اتنی ہی کوششیں کی ہوں جتنی ہم اپنے جسم کی صحت و بحالی کے لیے کرتے ہیں؟

قارئین محترم! یہ نہ تو کوئی فلسفیانہ سوالات ہیں اور نہ ہی علمی موشگافیاں ہیں۔ جن سے ہم صرف نظر کرتے ہوئے گذر جائیں۔ بلکہ انسان کی حقیقت سے متعلقہ چند بنیادی سوالات ہیں جن کا ہمیں جواب دینا ہے۔ یہ انسانی ارواح ہی تھیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد الست کیا تھا یعنی یہ وہ عہد تھا۔ جس میں تمام انسانی ارواح نے اللہ کو اپنا رب اور محبوب و معبود تسلیم کیا تھا۔ مادی اور

نفسیاتی خواہشوں کے حصول کی خاطر ہم یہ عہد بھول جاتے ہیں انبیاء اسی عہد کی یاددہانی کرواتے ہیں اہل اللہ بھی یہی مشن لے کر چلتے ہیں۔ یعنی روح کی بیداری کے لیے اللہ کے ذکر کی تلقین کرتے ہیں۔ تاکہ انسان اللہ کی محبت اور قرب و دیدار کا امیدوار بن جائے۔ قرآن کریم میں نماز کے علاوہ بھی اللہ کا ذکر کرنے کا حکم بار بار آیا ہے مثلاً

" پس جب تم نماز ادا کر چکو تو زمین میں رزق کی تلاش میں گھومو پھرو اور اللہ کو بکثرت یاد کرتے رہو " (الجمعہ)

" یہ وہ لوگ ہیں جنہیں تجارت مال اللہ کی یاد اور نماز کی ادائیگی سے غافل نہیں کرتی " (النور)

" پھر جب تم نماز ادا کر چکو تو اللہ کی یاد میں لگ جاؤ کھڑے، بیٹھے، اور لیٹے ہوئے " (النساء)

" اے ایمان والو تم اللہ کا ذکر بکثرت کیا کرو " (الاحزاب)

" اے ایمان والو جب تم کو کسی جماعت سے مقابلہ آن پڑے تو ثابت قدم رہو اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرو تاکہ تم فلاح و کامیابی پاؤ " (الانفال)

" اور اپنے رب کو یاد کر اپنے دل میں عاجزی، ڈر اور دھیمی آواز سے صبح و شام اور مت ہو غافلوں میں سے "

" اور اللہ کی یاد ہے سب سے بڑی بات " (العنکبوت)

" تم مجھے یاد کرو میں تمھیں یاد کروں گا " (البقرہ)

ان آیات پہ اگر ہم عمل نہ کریں تو پھر اسلام کے ثمرات کس طرح حاصل ہوں گے اللہ والوں کی صحبت اختیار کرنے کا حکم بھی قرآن کریم میں صراحت کے ساتھ آیا ہے جیسے۔

صراط الذین انعمت علیھم ○

(ان کی راہ پہ چلا جو تیرے انعام یافتہ ہیں)

واتبع سبیل من اناب الی (ایسے شخص کی پیروی کرو جو میرا ہو گیا)

لا تطع منھم اثما او کفورا (ایسے شخص کی پیروی نہ کرو جو گناہ گار اور کافر ہے)

ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع ھواہ وکان امرہ فرطا ○

اور مت پیروی کرو اس شخص کی جس کا قلب ہمارے ذکر سے غافل ہے۔ اور خواہشات نفس کا تابع ہے اور حد سے گذر چکا ہے)

کونو مع الصادقین (اہل اللہ یعنی اہل حق کے ساتھ رہا کرو)۔

یاایھا الذین امنوا تقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلتہ

(اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس تک پہنچنے کے لیے کوئی وسیلہ اختیار کرو)

حضرات محترم! سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا قیام اسی لیے عمل میں لایا گیا ہے تاکہ بھٹکے ہوئے مسلمانوں کو اللہ کی محبت سے آشنا کیا جائے۔ بانی سلسلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری ؒ نے جب یہ محسوس کیا کہ پرانے سلسلوں کے اذکار و مجاہدات جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں تو آپ کو یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ مستقبل میں قرب الٰہی کے طلبگار کہیں اس دولت عظمیٰ سے محروم نہ رہ جائیں۔ چنانچہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ بصیرت اور قرآن و سنت کی روشنی میں نئے سلسلہ کی بنیاد رکھی جس میں اذکار و مجاہدات کو جدید ذہنیت کی روشنی میں نئے سلسلہ کی بنیاد رکھی جس میں اذکار و مجاہدات کو جدید ذہنیت کے مطابق آسان، سہل اور قابل عمل بنادیا اذکار میں نفی اثبات کا ذکر رات کی نمازوں میں سے کسی ایک نماز کے ساتھ روزانہ 20 بیس منٹ سے تیس منٹ تک کرنا ہے اور پاس انفاس (یعنی ہر سانس کے ساتھ دل میں اللہ کہنا ہے) چلتے پھرتے ہر وقت کرنا ہے یہ ذکر دنیا کے تمام امور بخوبی انجام دیتے ہوئے کیا جا سکتا ہے۔ مجاہدات میں غصہ اور نفرت کو ترک کرنا ہے اور محبت و صداقت کو اختیار کرنا ہے بس یہی سہل اور آسان طریقے ہیں جس پہ کچھ عرصہ عمل کرنے سے طالب راہ حق اللہ کی محبت جیسی لازوال نعمت سے مستفیض ہو سکتا ہے۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں فرقہ پرستی اور مسلکی گروہ بندی کی سخت ممانعت ہے بلکہ۔

واعتصمو بحبل اللہ ولا تفرقو

"اور اللہ (کی محبت) کا حلقہ مضبوطی سے تھام لو اور فرقے فرقے نہ رہو"

کا درس دیا جاتا ہے۔ تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اتباع نبوی ﷺ میں ایسی ہی تعلیمات پہ عمل کریں جس سے اللہ کی محبت اور علم معرفت الٰہی حاصل ہو کیونکہ جو علم اللہ کی راہ نہ سجھائے وہ بے کار ہے بقول شیخ سعدیؒ

علمے که ره بحق ننماید جہالت است

(یعنی: جس علم سے اللہ کا راستہ نہ ملے وہ سراسر جہالت ہے)

والسلام عبدالقیوم ہاشمی

درس قرآن

ڈاکٹر عبدالرشید وقار لاہور

تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ○ مَآ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا کَسَبَ ○

ٹوٹ جائیں ابولہب کے ہاتھ اور وہ تباہ و برباد ہو گیا۔ کوئی فائدہ نہ دیا اس کو اس کے مال نے اور جو کمایا اس نے۔

شان نزول و تفسیر: جب رسول اللہ ﷺ پر آیت (وانذر عشیرتک الاقربین) "اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے" نازل ہوئی تو آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے حکم کی تعمیل میں کوہ صفا پر کھڑے ہوئے اور بلند آواز سے پکارا یا صباحاہ (ہائے صبح کی آفت) عرب یہ یہ دستور تھا کہ جب کوئی ناگہانی آفت آتی یا علی الصبح کسی دشمن کو اپنے قبیلے پر حملہ آور ہوتے دیکھتا تو انہی الفاظ سے ندا کی جاتی تھی۔

لوگوں نے جب یہ آواز سنی تو صفا کی پہاڑی کے دامن میں بھاگتے ہوئے آئے تاکہ صورت حال معلوم کی جائے۔ جو خود حاضر ہو سکتا تھا خود چلا آیا جو نہ آسکتا تھا اس نے اپنے کسی عزیز یا نمائندے کو حقیقت حال جاننے کے لیے بھیج دیا۔ لوگوں کو پتہ چلا کہ یہ محمد بن عبداللہ ہیں جو لوگوں کو بلا رہے ہیں۔ اس پر تمام لوگ جو قریش خاندان سے تعلق رکھتے تھے جمع ہو گئے۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے ایک ایک خاندان کا نام لے کر پکارا اے بنی ہاشم، اے بنی فہر، اے بنی عبدالمطلب اے بنی فلاں وغیرہ۔ آپ نے فرمایا اگر میں تمھیں بتاؤں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر تم پر حملہ کرنے کے لیے تیار ہے تو تم میری بات کو سن کر سچ مانو گے سب نے بیک زبان جواب دیا بے شک ہم آپ کی تصدیق کریں گے کیونکہ ہم نے آج تک آپ کی زبان سے سچ ہی سنا ہے۔ آپ نے فرمایا میں تمہیں خبردار کرتا ہوں کہ اگر تم شرک سے باز نہ آئے تو خدا کا عذاب تمہیں نیست و نابود کر دے گا۔

ابولہب جو حضور ﷺ کا چچا تھا۔ اس نے اپنی انگلی اٹھائی اور اشارہ کرتے ہوئے گستاخی سے بولا تبالک الهذا اجمعتنا (ستیاناس جائے تیرا۔ کیا تو نے ہمیں اسی لیے

اکٹھا کیا تھا؟)

دوسری روایت میں ہے کہ ابولہب نے ایک پتھر اٹھایا تاکہ رسول اللہ ﷺ پر کھینچ مارے رب ذوالجلال کو آپ کے چچا کی یہ گستاخی سخت ناگوار گزری اور انتہائی غضب اور ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں۔ فرمایا وہ تباہ و برباد ہو گیا۔ اسے اپنے مقصد میں کبھی کامیابی نہ ہو گی۔ اس کا مال اور اولاد اسے کوئی نفع نہ دے سکے گا۔ درحقیقت یہ کوئی کوسنا نہیں تھا بلکہ یہ ایک پشین گوئی تھی۔ جو حرف بحرف سچ ثابت ہوئی۔ یہ ایک بدعا تھی جملہ خبریہ کے انداز میں۔

اس سورت کے نزول کے بعد ابھی آٹھ سال کا عرصہ گزرا تھا کہ جنگ بدر کا پہلا معرکہ حق و باطل پیش آیا۔ قریش خاندان کے اکثر بڑے بڑے رئیس اور سردار مارے گئے جو اسلام دشمنی میں ابولہب کے دست بازو تھے۔ ابولہب بزدل تھا۔ اس لیے جنگ میں خود شریک نہ ہوا۔ مشرکین کی شکست اس پر بجلی بن کر گری۔ وہ اس قدر رنجیدہ ہوا کہ صرف سات دن تک زندہ رہا۔ اس کی موت بڑی عبرت ناک تھی۔

اس کے جسم پر ایک زہریلا چھالا نمودار ہوا۔ چند دنوں میں اس کا زہر سارے جسم میں پھیل گیا ہر جگہ سے بدبودار پیپ بہنے لگی۔ گوشت گل گل کر گرنے لگا۔ گھر والوں نے چھوت کے ڈر سے گھر سے نکال دیا اور تڑپتے تڑپتے اس نے جان دے دی۔

کوئی عزیز رشتہ دار اس کی نعش کو ٹھکانے لگانے کے لئے آگے نہ بڑھا۔ تین دن گزر جانے پر بھی جب کوئی نزدیک نہ آیا تو لاش گل سڑ گئی۔ اور ہر طرف تعفن پھیلنا شروع ہوا۔ جب لوگوں نے اس کے بیٹوں کو طعنے دینے شروع کئے تو انہوں نے کچھ حبشیوں کو اجرت دے کر ایک گڑھا کھدوایا۔ اور لکڑیوں کی مدد سے لاش کو دھکیل کر گڑھے میں پھینک دیا اور اوپر مٹی اور پتھر ڈال دیئے۔

قوم کے اتنے بڑے سردار اور مکہ کے چوٹی کے امیر آدمیوں میں سے ایک کا یہ حشر اللہ تعالیٰ کے غضب کا نتیجہ ہی ہو سکتا ہے۔ ورنہ اولاد اپنے ماں باپ کو اسی کسمپرسی کی

حالت میں نہیں چھوڑتی ۔ مرنے کے بعد یوں لاش کو گلتے سڑتے نہیں دیکھ سکتی لیکن جب خدا کا غضب نازل ہوتا ہے تو اولاد کے دل سے ساری محبت اور رکھ رکھاؤ کے سارے جذبات کو ختم کر دیا جاتا ہے ۔ اس کا حشر وہی ہوتا ہے جو ایک گستاخ رسول کا ہونا چاہیے ۔
نعوذ باالله من غضبه O

ابو لہب کا اصلی نام عبدالعزی تھا ۔ اپنے حسن و جمال اور چمکتے ہوئے چہرے کی مناسبت سے اس نے اپنی کنیت ابو لہب رکھی تھی ۔ جس کا مطلب ہے ۔ شعلہ رو ۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی کنیت کا ذکر کیا ۔ نام سے نہیں پکارا ۔ کیونکہ عبدالعزی (عزی کا بندہ) مشرکانہ نام تھا ۔ قرآن میں ذکر کئے جانے کے قابل نہ تھا ۔

یہ مکہ کے سب سے بڑے دولت مندوں میں سے ایک تھا ۔ لیکن نہایت بخیل اور زر پرست تھا ۔ اس کے پاس آٹھ سیر سونا تھا ۔ دیگر جائیداد سامان اور مال مویشی اس کے علاوہ تھے ۔ اس کے کئی لڑکے تھے ۔ جو اس کی موجودگی میں ہی جوان تھے ۔ لیکن جب اس کے جسم پر ابلہ ظاہر ہوا تو سارے عزیز' خادم اور خود اپنی اولاد نے بھی منہ موڑ لیا ۔ دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جس دولت کی کثرت پر وہ فخر کرتا تھا جن بیٹوں پر اسے اتنا ناز تھا ۔ وہ اسے بے یار و مددگار چھوڑ کا چلے گئے ۔ اور ذرا کام نہ آئے ۔

اسے دوسری شکست اس وقت ہوئی ۔ جب اس کی اولاد نے اسی دین کو قبول کر لیا جس کو پھیلنے سے روکنے کے لئے اس نے اپنی زندگی کی تمام توانائیاں خرچ کر دی تھیں ۔ سب سے پہلے اس کی بیٹی نے اسلام قبول کیا ۔ اور ہجرت کر کے مدینہ چلی گئی ۔ اس کے بعد فتح مکہ کے موقع پر اس کے دو بیٹے عتبہ اور معتب حضرت عباسؓ کی وساطت سے حضور ﷺ کے سامنے پیش ہوئے اور ایمان لا کر آپ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی ۔

قرآن مجید میں یہ ایک ہی مقام ہے ۔ جہاں پر دشمنان اسلام میں سے کسی ایک کا نام لے کر اس کی مذمت کی گئی ہے ۔ حالانکہ ہجرت سے قبل اور بعد بہت سے لوگ ایسے تھے جو اسلام اور شارع اسلام کی عداوت میں ابو لہب کے ہم پلہ تھے ۔ سوال یہ ہے کہ وہ

کون سی ایسی خصوصیت تھی جس کی بنا پر اس شخص کا نام لیکر مذمت کی گئی۔ اس بات کو جاننے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے کردار کو جانچا جائے۔

بعثت نبوی سے قبل ملک عرب میں ہر طرف بد امنی اور طوائف الملوکی کی حالت تھی۔ کسی بھی شخص کی جان مال اور عزت و آبرو محفوظ نہ تھی۔ صرف اپنا خاندان ہی عزت اور حفاظت کی ضمانت دے سکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضور ﷺ اسلام کی دعوت کو لے کر اٹھے تو قریش کے دوسرے خاندانوں نے اور دیگر عربی سرداروں نے حضور ﷺ کی شدید مخالفت کی لیکن بنی ہاشم اور نبی عبد المطلب نے نہ صرف آپ کی مخالفت نہ کی بلکہ کھلم کھلا آپ کی حمایت کرتے رہے۔ حالانکہ کہ سارے لوگ ایمان بھی نہ لائے تھے۔ وہ لوگ خونی رشتوں کی حمایت پر یقین رکھتے تھے۔ وہ اپنے خاندان کے کسی فرد کو دشمن کے حوالے نہیں کرسکتے تھے۔ اس اخلاقی اصول کو زمانہ جاہلیت میں بھی خاص اہمیت دی جاتی تھی۔

ابولہب حضور ﷺ کا حقیقی چچا تھا۔ جو باپ کے درجہ میں تھا۔ اور پھر اس حالت میں جب بھتیجا یتیم ہو تو ذمہ داری اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے چچا سے یہ توقع کی جاتی تھی کہ وہ اپنے بھائی کے بیٹے کو اپنی اولاد کی طرح عزیز و محترم سمجھے گا۔

لیکن ابولہب نے اسلام دشمنی اور کفر کی محبت میں اس قدیم عربی روایت کو پامال کر کے رکھ دیا۔

ابولہب نے ایک روز حضور ﷺ سے پوچھا اگر میں تمھارے دین کو قبول کر لوں تو مجھے کیا ملے گا۔ آپ نے فرمایا جو دوسرے ایمان لانے والوں کو ملے گا۔ ابولہب نے کہا میرے لیے کوئی فضیلت نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا آپ کو اور کیا چاہیے اس پر وہ بولا "ناس جائے اس دین کا جس میں میں اور دوسرے سب لوگ برابر ہوں"

مکہ میں ابولہب آپ ﷺ کا ہمسایہ تھا۔ دونوں کے گھر میں ایک دیوار تھی۔ یہ لوگ آپ ﷺ کو طرح طرح کی تکلیفیں دیتے رہتے تھے اور چین سے نہ رہنے دیتے تھے

کبھی نماز کی حالت میں آپ ﷺ پر بکری کی اوجھڑی پھینک دیتے کبھی کھانا پک رہا ہوتا تو ہنڈیا پر غلاظت پھینک دیتے۔

جب آپ کے دوسرے صاحبزادے حضرت عبداللہ کا انتقال ہو گیا تو یہ غم میں شریک ہونے کی بجائے قریش کے پاس خوشی خوشی دوڑتا ہوا گیا۔ اور ان کو خبر دی کہ آج محمد ﷺ بے نام ونشان ہو گئے۔ آپ جہاں بھی دعوت اسلام کے لئے تشریف لے جاتے یہ آپ کے پیچھے پیچھے جاتا اور لوگوں کو آپ کی بات سننے سے روکتا۔ لوگوں سے کہتا یہ شخص جھوٹا ہے۔ اس کی بات نہ سنو۔ آپ کی ایڑیوں پر پتھر مارتا۔ اور پاؤں مبارک خون سے رنگین ہو جاتے۔

نبوت کے ساتویں سال جب قریش کے تمام خاندانوں نے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کا معاشی اور معاشرتی بائیکاٹ کیا تو دونوں خاندان آپ کی حمایت میں ثابت قدمی دکھاتے ہوئے شعب ابی طالب میں تین سال تک محصور ہو گئے۔ کھانے پینے کے لیے کوئی چیز ان تک نہ پہنچنے دیتا۔ تاجر خوراک لے کر مکہ میں آتے تو ابولہب ان سے کہتا کہ محصورین سے اتنی قیمت مانگو کہ وہ ادا نہ کر سکیں۔ اگر تجارت میں تجھے خسارہ ہو گا تو میں پورا کروں گا۔ چنانچہ تاجر بے تحاشا قیمت طلب کرتے۔ خریدار خالی ہاتھ اپنے بھوک سے بلکتے بچوں کے پاس لوٹ جاتا۔ پھر ابولہب بازار کے ریٹ پر وہی اشیاء خرید کر دوسروں کو بیچ دیتا۔ یہ تھا اس شخص کا کردار جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے نام لے کر اس کی مذمت کی۔ غرضیکہ اس شخص کا رویہ عربی روایات کے لحاظ سے خلاف توقع تھا۔ ابولہب کی رسول دشمنی کیوجہ سے لوگ دعوت اسلام کے وقت شک میں پڑ جاتے تھے۔ کہ حقیقی چچا بلاوجہ تو اپنے بھتیجے کا دشمن ہو نہیں سکتا۔

حضور ﷺ دین کے معاملہ میں کسی کا لحاظ نہ کر سکتے تھے۔ اس سورت کے نزول سے لوگوں پر یہ بات عیاں ہو گئی کہ دین میں کسی کی اجارہ داری کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے ایمان لانے کے بعد غیر اپنا ہو جاتا ہے اور کفر میں رہ کر اپنا غیر بن جاتا ہے۔ (جاری ہے)

درس حدیث

عبیداللہ بن معاذ حدثنا ابی حدثنا عاصم وھو ابن محمد بن زید بن عبداللہ ابن عمر عن ابیہ قال عبداللہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس شھادہ ان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ واقام الصلوہ وایتا الذکوہ وحج البعیت وصوم رمضان ○ (مسلم)

"حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے اور محمد ﷺ کے اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہونے کی گواہی دینا، نماز قائم کرنا، زکوۃ ادا کرنا، بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا"

اس حدیث مبارکہ میں ارکان اسلام کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ یہی ارکان دین اسلام کی اساس ہیں اور ان میں سے کسی ایک کے انکار سے دین اسلام مکمل نہیں رہتا۔ یعنی ان پانچوں چیزوں کو دین اسلام میں ستون کی سی اہمیت حاصل ہے۔ اس حدیث مبارکہ میں سب سے پہلے خدا تعالیٰ پر ایمان لانے پر زور دیا گیا ہے۔ اور یہی چیز اسلام کے پورے عملی اور اعتقادی نظام میں پہلی اور بنیادی چیز ہے۔ اس پر ایمان لانے سے انسان کی زندگی یکسر بدل جاتی ہے۔ اور ایسا شخص ملت کفر سے کٹ کر ملت اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ پر ایمان دین اسلام کا بنیادی اور لازمی تقاضا ہے اور باقی جتنی بھی اسلامی تعلیمات پر ایک شخص ایمان لاتا ہے اس کا مرکز اور محور ایمان باللہ ہی ہوتا ہے۔ انسان کا رسولوں اور انبیاء پر ایمان اس لئے ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہیں۔ آخرت پر ایمان اس لیے ہے۔ کہ وہ خدا تعالیٰ کے انصاف کا دن ہے۔ غرض ہر چیز جو اسلام میں شامل ہے اس کی بنیاد توحید ہے۔ اس ایک مرکز کے ہٹتے ہی اسلام کا سارا نظام درہم برھم ہو جاتا ہے۔ اسی بنیادی وجہ سے رسول کریم ﷺ نے مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں توحید کو اولین اہمیت سے نوازا ہے۔ نبیوں پر ایمان لانا اس لیے ضروری ہے۔ کہ وہ خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہیں اور وہ خدا تعالیٰ کی تعلیمات کو انسانوں تک پہنچاتے ہیں جس پر عمل پیرا ہو کر انسان دنیا و آخرت میں کامیابی سے ہمکنار ہو سکتا ہے۔ یعنی رشد وہدایت کا ذریعہ خدا تعالیٰ کے رسول ہی ہیں۔

اس حدیث مبارکہ میں دوسری بات جس پر زور دیا گیا ہے۔ وہ نماز ہے نماز ایک ایسا رکن

اسلام ہے۔ جو نہ صرف اسلام بلکہ رسول کریم ﷺ سے پہلے بھی انبیاء کرام علیہ السلام کی امتوں میں بھی فرض قرار دی گئی تھی دنیا میں انسانی زندگی کا مقصد حیات یہ ہے کہ وہ خدا تعالیٰ تک رسائی حاصل کرے اور وہ صرف خدا تعالیٰ کی بندگی عبادت اور اطاعت کرنے سے ہی ممکن ہے۔ نماز ایک ایسا رکن اسلام ہے۔ جو دن میں کم از کم پانچ مرتبہ انسانی ذہن میں یہ شعور تازہ کرتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کا بندہ ہے اور اسے خدا تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے کے مطابق زندگی بسر کرنی ہے۔ اور یہ ضرورت اس لئے بھی ہوتی ہے۔ کہ شیطان ہر لحہ انسان کو راہ مستقیم سے ہٹانے کی کوشش میں مصروف عمل ہے اور نماز پڑھنے والا شخص ہی شیطان کے چنگل سے آزاد رہتا ہے۔ لہٰذا اس امر کی ضرورت ہے کہ انسان کو بار بار اس بات کی یاد دہانی کروائی جائے کہ اسے زندگی خدا تعالیٰ کی بیان کردہ تعلیمات پر گذارنی ہے۔

رسول کریم ﷺ نے اور بہت سے اوقات پر نماز کی اہمیت سے مسلمانوں کو روشناس کروایا ہے۔ ایک دفعہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ روز محشر خدا تعالیٰ سب سے پہلے نماز کے بارے میں سوال کرے گا۔ ایک اور مقام پر آپ ﷺ نے نماز کو دین کا ستون قرار دیا۔ نماز کے ساتھ ساتھ جس رکن اسلام کا تذکرہ تکرار کے ساتھ آتا ہے وہ زکوٰۃ ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ نماز حقوق اللہ ہے۔ تو زکوٰۃ حقوق العباد ہے۔ یہ بات واضح کرتی ہے کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو اسلام میں کس قدر اہمیت حاصل ہے۔ اس حدیث مبارکہ میں چوتھی بات جس کا ذکر رسول کریم ﷺ نے کیا ہے وہ روزہ ہے۔ رسول کریم کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے رمضان کے روزے صرف خدا تعالیٰ کی رضا کے لیے ثواب سمجھ کر رکھے اس کے سب گناہ خدا تعالیٰ معاف فرمادے گا۔

ایک اور جگہ فرمایا "روزہ دنیا میں گناہوں اور آخرت میں دوزخ سے بچانے والی ڈھال ہے"

اس حدیث مبارکہ میں رسول کریم ﷺ نے حج بیت اللہ کو بھی بڑی اہمیت دی ہے۔ حج بھی دین اسلام کا ایک لازمی جزو ہے۔ اس کے معنی زیارت کا ارادہ کرنے کے ہیں۔ خانہ کعبہ کی زیارت کو بھی اسی لیے یہ نام دیا گیا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس حدیث مبارکہ نے اسلام کے بنیادی اور اہم ارکان کو اپنے اندر سمو لیا ہے۔ یہ ارکان اسلام محض نیکیاں اور عبادتیں ہی نہیں بلکہ نیکی اور عبادت کے سرچشمے ہیں۔ یہی ارکان اسلام انسان میں اساس بندگی اور ایمان کی پختگی پیدا کرتے ہیں۔ اور انسان کو ایک ایسی روح عطا کرتے ہیں جو رضائے الٰہی کی طلب سے سرشار ہوتی ہے۔

رانا محمد اعجاز گکھڑ منڈی

صدائے فقیر

انسان، قرآن اور ماہ رمضان

(قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی)

جب تک انسان کی حقیقت اور اس کی زندگی کا مقصد معلوم نہ ہو دین اسلام کے احکام کی حکمت اور اہمیت اچھی طرح سمجھ میں نہیں آسکتی۔ قرآن کریم کے مطالعہ سے انسانی زندگی کی جو حقیقت سامنے آتی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ اس کی ابتدا مادی دنیا سے نہیں ہوتی اور نہ ہی موت اس کا انجام ہے۔ تمام انسانوں کی ارواح روز ازل ہی وجود میں آگئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کے ارادے کے مطابق اپنی اپنی باری پر اس دنیا میں آکر جلوہ گر ہوتیں اور مقررہ مدت بسر کرنے کے بعد واپس چلی جاتی ہیں۔ قرآن نے یہ بھی بتایا ہے کہ اللہ نے آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کا علم عطا فرما کر ملائکہ پر فضیلت عطا فرمائی لیکن ابلیس نے اس کی برتری تسلیم نہ کی اور اسے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ نسل انسانی کا دشمن بن گیا اور اس کو صراط مستقیم سے ہٹانے کے لیے اپنی ذریت، لاؤ لشکر اور تمام حربوں سے لیس پوری طرح مصروف عمل ہے۔ اللہ نے حضرت آدم اور حضرت حوا کو کچھ عرصہ کے لئے جنت میں رکھا تاکہ ان کی ارواح اپنی منزل سے آشنا ہو جائیں۔ اللہ نے انہیں واضح طور پر ایک درخت سے دور رہنے کا حکم فرمایا لیکن ابلیس نے انہیں نافرمانی پر اکسایا۔ ابلیس نے خود بھی اللہ کے واضح حکم کے باوجود سجدہ نہیں کیا تھا اور منطقی دلائل پیش کرنے کی وجہ سے مردود ہو گیا۔ اس نے ان دونوں کو بھی مختلف دلائل دینے شروع کئے اور ساتھ ہی قسمیں کھا کر اپنی خیر خواہی کا یقین دلا کر فریب دینے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن ابلیس کے برخلاف جو اپنی غلطی پر اکڑ گیا آدم علیہ السلام نے ندامت کا اظہار کیا اور اللہ سے سیکھے ہوئے کلمات کے ذریعے سے مغفرت طلب کی اور اللہ نے انہیں معاف فرما دیا۔ اس سے واضح ہو گیا کہ ازلی اور پیدائشی گناہ کا نظریہ درست نہیں ہے۔ آدم علیہ السلام کو زمین کی خلافت عطا کرنے کے لئے ہی پیدا کیا گیا تھا۔ اس لئے انسان کو اس مادی دنیا میں کسی جرم کی سزا بھگتنے کے لیے نہیں بلکہ اللہ کی عطا کردہ گوناگوں اہلیتوں کے اظہار اور اپنی شخصیت کی تکمیل کے

لئے بھیجا گیا ہے۔ علم ارواح ہی میں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت سے قیامت تک آنے والی تمام ارواح کو نکال کر ان سے اپنی ربوبیت کا پختہ عہد لے لیا تاکہ مادی دنیا کی بھول بھلیوں، عالم اسباب کے پردوں، نفس کی سرکشی اور سفلی لذت میں انہماک کی وجہ سے کوئی انسان اس وہم اور گمراہی میں مبتلا نہ ہو جائے کہ میں بالکل آزاد اور اپنی مرضی کا مالک ہوں۔ نہ کوئی میرا آقا اور رب ہے اور نہ ہی میں کسی کے سامنے اپنے اعمال کے لیے جوابدہ ہوں۔ یا پھر اللہ کو چھوڑ کر اس کی مخلوق میں سے کس کو اپنا رب بنا کر ظلم عظیم کا مرتکب ہو جائے۔ قران وضاحت کرتا ہے کہ یہ عہد اس لئے لیا گیا "تاکہ کوئی انسان روز قیامت یہ نہ کہہ سکے کہ مجھے تو اس کی خبر ہی نہ تھی۔ اور نہ ہی یہ بہانہ بنا سکے کہ آباؤ اجداد کی گمراہی کی وجہ سے میں حقیقت کو نہ جان سکا" اگرچہ یہ عہد عام انسانوں کو شعوری طور پر ہرگز یاد نہیں لیکن روح کی گہرائیوں میں موجود ہے۔ اور مرنے کے بعد جب مادے کے حجابات اٹھ جائیں گے تو پھر سب کچھ یاد آ جائے گا۔ حیات ارضی میں انسان کے طرز عمل اور اس کی کامیابی یا ناکامی کا انحصار اس عہد الست کو تسلیم کر لینے یا اس سے انکار کر دینے پر ہے۔ اللہ کی بے پایاں رحمت نے اس عہد پر ہی اکتفا نہ فرمایا بلکہ آدم علیہ السلام کو زمین پر بھیجنے سے پہلے فرما دیا کہ "میری طرف سے تمھیں ہدایت اور راہنمائی آتی رہے گی۔ جو اس پر چلیں گے نہ ان کو کوئی خوف ہو گا اور نہ ہی وہ غمگین ہونگے اور جو لوگ میری آیات کو نہیں مانیں گے اور جھٹلائیں گے تو وہ آگ کے عذاب کے مستحق ہوں گے اور ہمیشہ اس میں رہیں گے" (البقرہ۔ 38۔ 39)

اس مادی زندگی کی تربیت گاہ میں ہر چیز انسان کی سہولت اور خدمت کے لیے پیدا کی گئی ہے۔ اولاد آدم کا فرض منصبی اور خلافت ارضی کا یہ تقاضا ہے کہ ان تمام چیزوں کو زیر نگیں کر کے اپنی اہلیت کو ثابت کر دے۔ اس جدوجہد ہی میں اس کی روح کی ترقی اور شخصیت کی تکمیل کا راز بھی پوشیدہ ہے۔ اسلام مادی دنیا سے بیزاری اور رہبانیت کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ اسے تسخیر کر کے آگے ہی آگے بڑھنے اور اللہ کو اپنی منزل بنانے کی ترغیب دیتا ہے۔ جیسا کہ علامہ اقبالؒ نے فرمایا۔

کمال ترک نہیں آب و گل سے مہجوری

کمال ترک ہے تسخیر خاکی و نوری

لیکن جو انسان متاعِ دنیا کو سب کچھ سمجھ کر اس تربیت گاہ ہی سے دل لگالے اور اللہ کے رسولوں کی یاد دہانی کے باوجود بھی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہ لائے وہ خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائے گا۔ اب اس کی نگاہوں سے نہ صرف زندگی کا مقصد اوجھل ہو جائے گا بلکہ اپنی ذات کی حقیقت سے بھی بیگانہ ہو جائے گا۔ ایسا انسان سفلی جذبات کی تسکین اور مادی لذات کے حصول میں غرق ہو کر حیوانوں کی سطح پر گر جاتا ہے۔ حالانکہ انسان کی فلاح اس امر میں ہے کہ دنیا کی نعمتوں سے بھرپور استفادہ کرتے ہوئے بھی اس کی محبت میں مبتلا نہ ہو کیونکہ ساری خرابی دنیوی زندگی کو اخروی زندگی پر ترجیح دینے میں ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کا بھی فرمان ہے حب الدنیا راس الخطیتہ "یعنی دنیا کی محبت ہی ساری خرابیوں کی جڑ ہے" سب سے زیادہ محبت انسان کو اپنے اللہ سے کرنی چاہیے۔ جو اس کا معبود اور محبوب ہے۔ سورۃ البقرہ آیت 165 میں ارشاد ہوا کہ "جو لوگ ایمان والے ہیں وہ تو اللہ سے شدید محبت کرتے ہیں۔"

صرف اس طرز فکر ہی سے انسان ماسواء اللہ کے خوف سے نجات پا کر حقیقی آزادی اور اشرف المخلوقات کے مقام پر فائز ہو سکتا ہے۔ علامہ اقبالؒ نے فرمایا:۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

اگر انسان اس حقیقت کو تسلیم کر لے کہ میرا مالک' آقا اور رب اللہ تعالیٰ ہے۔ اس نے موت و حیات اور زمین کی ساری نعمتیں میری تربیت اور آزمائش کے لیے تخلیق فرمائی ہیں۔ مجھے اللہ کے پاس واپس لوٹنا ہے۔ جہاں مادی دنیا میں میری کارکردگی کی مناسبت سے مجھے جزاء یا سزا ملے گی۔ تو وہ مومن یعنی حقیقت کو مان لینے والا کہلائے گا۔ اب اسے اپنی حقیقی منزل کی فکر دامنگیر ہو جائے گی۔ کہ کس طرح بھرپور دنیوی زندگی بسر کرتے ہوئے اور اپنی تخلیقی اہلیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے دنیا کے منفی اثرات سے بچ کر اللہ کے قرب کی منزل کی طرف رواں دواں رہ سکے۔ اس جذبہ کو تقویٰ کا نام دیا جاتا ہے۔ اگرچہ اس کے معنی خوف ڈر اور پرہیزگاری کے بھی ہیں لیکن ان کے ساتھ ساتھ اللہ کی

محبت کی کشش کے معنی بھی اس میں پوشیدہ ہیں - آپ آسانی کی خاطر تقویٰ کو "فکر منزل" کہہ لیں - یہ فکر جس قدر قوی ہو گی اتنا ہی ایک مومن ان خواہشات ' لذات اور اعمال سے بچنے کی کوشش کریگا جو اسے اللہ کی یاد سے غافل کر دیں وہ اس جدوجہد میں لگ جائے گا کہ زندگی اللہ کی منشا کے مطابق گذارے تا کہ اس کے قرب اور رضا کا مقام حاصل کر سکے - اس طرح بنی نوع انسان دو بنیادی گروہوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں - اللہ کی الوہیت ' رسولوں کی رسالت اور یوم آخرت کا انکار کرنے والے کفار کی ملت اور ان حقائق کو مان کر اللہ کی حاکمیت کے سامنے سر تسلیم خم کرنے والے مسلمانوں کی ملت - اللہ کے نظام کے تحت کفار کی حمایت کرنے ' انہیں اندھیروں کی طرف لیجانے ' ان کے برے اعمال کو اپنے فریب سے خوشنما بنا کر دکھانے اور عذاب دوزخ کی طرف لے جانے والے شیاطین کی فوجیں موجود ہیں - اس طاغوتی لشکر کا سرگردہ ابلیس ہے - اس کے برعکس اہل ایمان کی راہنمائی کرنے اور انہیں کفر و شرک کے اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے جانے والا رسولوں کا مبارک گروہ ہے - جس کے سردار و سالار حضور ابد قرار ' کالی کملی والی سرکار احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں - مزید بر آں اللہ تعالیٰ خود مومنوں کا مولا ' حمایتی اور مددگار ہے - اللہ اور اس کے فرشتے اہل ایمان کو اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے جانے کے لیے ان پر رحمتوں کا نزول فرماتے ہیں - (الاحزاب:42)

" اللہ تعالیٰ کے عرش کو اٹھانے والے اور اس کے گرد جو فرشتے ہیں وہ اللہ کی تسبیح کرتے اور اہل ایمان کے لئے دعائیں کرتے رہتے ہیں - کہ اے اللہ مومنین کی مغفرت فرما انہیں دوزخ کے عذاب سے بچا کر جنت میں داخل فرما - اور جو ان کے باپ دادا اور انکی بیویوں اور اولاد میں سے نیک ہوں ان کو بھی جنت میں داخل فرما " (سورۃ المومن 7 ' 8) اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنین پر کس قدر رحیم ہیں اور اپنی رحمت سے ان کی مغفرت کے لیے کیا کیا انتظامات کر رکھے ہیں -

اللہ تعالیٰ نے آخری زمانہ کے انسانوں کو گمراہی کے اندھیروں سے نکالنے ان کی زندگی کی غرض و غایت سے آگاہ کرنے اور اپنے قرب کی طرف لے جانے والی سیدھی راہ کی نشاندہی کرنے کے لیے حضور خاتم النبین ' رحمتہ اللعالمین علیہ الصلوۃ والسلام

کو مبعوث فرمایا اور ان پر گذشتہ تمام کتابوں کی تصدیق کرنے والی، قیامت تک آنے والے انسانوں کو ہدایت مہیا کرنے والی اور کامل ترین نظام حیات پیش کرنے والی کتاب "القرآن" نازل فرمائی۔ اس کتاب کی فصاحت و بلاغت، اس کا انداز تبشیر و تنذیر، اس میں اللہ کی الوہیت اور ربوبیت پر دیئے گئے ناقابل تردید دلائل، اس میں بیان کردہ قصص و امثال، گذشتہ اقوام و ملل کے حالات، آخروی زندگی کی حقیقت اور اس میں پیش آنے والے واقعات، نیکوکاروں اور مجرموں سے کئے جانے والے معاملات کی تفصیل اپنے اندر غافل دلوں اور خوابیدہ ضمیروں کو بیدار کرنے اور سینوں کو منور کرنے کے ہزارہا سامان لئے ہوئے ہے لیکن اسے سے صحیح راہنمائی اور ہدایت حاصل کرنے کے لیے سب سے بنیادی شرط تقویٰ کا ہونا ہے۔ جسے اپنے رب سے ملاقات ہونے کا یقین ہی نہ ہو اس میں صراط مستقیم معلوم کرنے کی طلب بھلا کیونکر ہو سکتی ہے۔ ہر شے کی قدر و قیمت طلب ہی سے متعین ہوتی ہے۔ اگرچہ انسانی تاریخ، فلسفہ، نفسیات، طبعیات، فلکیات اور رومانیات کے غیر مسلم علماء بھی اس کے مطالب و معنی کی گہرائی اور وسعت جان کر حیران و ششدر رہ جاتے اور اپنے اپنے علمی مقام کے مطابق اس سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ لیکن قرآن مجید کا اصل مقصد بنی نوع انسان کو ہدایت مہیا کرنا ہے اور اسے وہی حاصل کر سکتا ہے جس کے اندر تقویٰ، فکر منزل اور ذوق پرواز ہو گا۔ جو شخص اس جذبہ سے خالی ہو اس کا علم خواہ کتنا ہی متنوع اور وسیع ہو قرآن کی حقیقی روح سے ناآشنا اور اس سے فیضیاب ہونے سے محروم رہے گا۔ اس کتاب سے ہدایت کا اکتساب تقوے کے معیار کے مطابق ہوتا ہے۔ جیسے جیسے ایک مومن میں تقویٰ بڑھتا چلا جاتا ہے ویسے ویسے قرآن اسرار و رموز اور اسلام کی حقانیت کے لیے اس کا سینہ کھلتا چلا جاتا ہے۔ اس سے یہ امر روشن ہو کر سامنے آگیا کہ قرآنی ہدایت اور تقوے میں ایک خصوصی ربط و تعلق ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تقویٰ کس طرح پیدا ہوتا اور ترقی کرتا ہے۔ قرآن کی تعلیم کی روشنی میں اس کا جواب یہ ہے کہ اس خیر و خوبی کے مصدر کی خشت اول اسلامی طرز حیات کا راہنما اصول کلمہ لا الہ الہ اللہ محمد الرسول اللہ ہے۔ یعنی انسان سچے دل سے یہ حقیقت تسلیم کر لے۔ کہ میرا معبود اور حاکم اللہ ہے۔ اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اور ان کی اطاعت اور اتباع

ہی میں میری دنیوی اور آخروی فلاح ہے ۔ تمام آسمانی کتابوں کا بنیادی پیام اور انبیاء کی تعلیم کا خلاصہ اللہ تعالیٰ کی واحدنیت اور یوم آخرت پر ایمان لاکر موت کے بعد والی حقیقی اور ابدی زندگی کو دنیا کی عارضی زندگی پر ترجیح اور فوقیت دینا ہے ۔ ان عبادات کی ادائیگی سے ایک مومن اپنا قلبی تعلق متاع دنیا سے توڑ کر اللہ کی ربوبیت کا زبانی اقرار اور عملی اظہار کرتا رہتا ہے ۔ مثال کے طور پر نماز ہی کو لے لیں جسے حضور ﷺ نے دین کا ستون اور جنت کی کنجی فرمایا ہے ۔ اس کے ذریعے سے مومن تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد اپنے گھر' اہل و عیال' کاروبار' ملازمت اور جسمانی راحت و آرام کی محبت کو توڑتا رہتا ہے ۔ تاکہ یہ تعلق پختہ ہو کر خسران کا باعث نہ بن جائے ۔ وہ متاع غرور اور بتان وہم و گماں سے اپنا رشتہ منقطع کر کے اللہ کے حضور اپنا سرنیاز خم کر کے یہ ثابت کر دیتا ہے ۔ کہ اسکی وفاؤں کا قبلہ اور محبت کا مرکز صرف اللہ سبحانہ تعالیٰ کی بابرکت ذات ہے ۔ اسی طرح زکوٰۃ اور حج بھی مال و زر' اہل و عیال اور ارض وطن کی محبت کو مطلوبہ اعتدال پر لانے اور اللہ سے اپنا تعلق بڑھانے کے وسائل ہیں ۔

قرآن کی سورۃ توبہ کی آیت نمبر111 میں ارشاد ہوا ہے ۔ کہ "اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کے اموال اور ان کی جانیں جنت کے بدلے خرید لئے ہیں" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک حدیث مبارکہ بھی ہے کہ "تم اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنی خواہشات کو اس کے تابع نہ کر لو جو میں لایا ہوں" ۔ اس سے معلوم ہوا کہ تقویٰ اور ایمان کا اعلیٰ مقام یہ ہے ۔ کہ بندہ اپنی تمام خواہشات کو اپنے رب کی رضا کے ماتحت کر دے ۔ اس معیار کے حصول کے لیے نفس کے سرکش گھوڑے کو اطاعت کی مضبوط لگام دینا اور مادی لذات کی محبت کو منقطع کرنا نہایت ضروری ہے ۔ یہ اہم مقصد ایک مربوط اور پر از حکمت تربیتی نظام کا تقاضہ کرتا ہے ۔ چنانچہ اسی غرض کے لیے مومنین پر روزے فرض کئے گئے اور ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا گیا کہ "اللہ کی طرف سے یہ کوئی نیا حکم نہیں ہے بلکہ گذشتہ تمام امتوں کو بھی نفس کی اصلاح کر کے تقویٰ کو تقویت دینے کے لیے یہی کارگر نسخہ عطا کیا گیا تھا۔ انسانی نفس کی یہ فطرت ہے کہ فاقے سے کمزور اور مضمحل ہو کر اپنی درندگی اور بہیمیت سے رک جاتا ہے اور اس کی اس حالت سے فائدہ اٹھا کر اسے اللہ کی

اطاعت اور بندگی کی طرف مائل کیا جا سکتا ہے۔ یہ یاد رہے کہ درندوں کو سرکس میں مختلف کرتب دکھانے کی تربیت دینے کے لیے بھی پہلے انہیں کئی کئی دن بھوکا پیاسا رکھا جاتا ہے اور پھر اپنی خوراک تک پہنچنے کے لیے مطلوبہ کرتب کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ اس لئے مومنین کو یہ بات اچھی طرح جان لینی چاہیے کہ روزے کا مقصود بھوکا پیاسا رہنا نہیں بلکہ نفس کی اصلاح کرنا ہے۔ اس لئے اس مقصد کو شعوری طور پر پیش نظر رکھتے ہوئے' بھوک کی حالت میں جسم کے تمام اعضاء اور نفس کی خواہشات کو احکام الٰہی کا پابند بنا کر روزے سے حقیقی فائدہ اٹھانا چاہیے۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ حضور ﷺ کی اس حدیث کا مصداق ہم بن جائیں جس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ "کئی روزہ دار ایسے ہونگے جنہیں روزے سے بھوک اور پیاس کے سوا اور کچھ حاصل نہ ہو گا"۔

آخر میں ان حکمتوں اور برکتوں کا ذکر کرنا ہے جو ماہ رمضان ہی کو ماہ صیام قرار دینے میں ہیں۔ یہ سبھی جانتے ہیں کہ انسانوں کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب کے نزول کا شرف ماہ رمضان کو عطا ہوا۔ جس کی وجہ سے یہ مہینہ ہمیشہ کے لیے خصوصی رحمتوں اوز برکتوں کا حاصل بن گیا ہے۔ اس مہینہ کی ایک خاص رات لیلۃ القدر کو ہزاز مہینوں سے بہتر ہونے کی انفرادیت سے نوازا گیا۔ بعض روایات کے مطابق گذشتہ آسمانی کتابیں بھی اسی ماہ مبارک میں اتاری گئی تھیں۔ اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت ہی مہربان ہوتے ہیں۔ اسی لئے حضور ﷺ نے اسے خاص طور پر اللہ کا مہینہ فرمایا ہے۔ اللہ کی رحمت سے اس میں برائی کے اثرات کم اور نیکی کے ثمرات کئی گنا زیادہ کر دئے جاتے ہیں۔ جہنم کے دروازے بند اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اور شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے۔ اب لیے نفس کو زیر کر کے روحانی قوتوں کو ترقی دینے یعنی تقویٰ کو فروغ دینے کے لیے اس ناہ سے بہتر مہینہ اور کونسا ہو سکتا تھا۔ اس لئے ہماری سہولت کے لیے اللہ رحیم و کریم نے ماہ رمضان ہی کو ماہ صیام قرار دے دیا تاکہ اس کی رحمتیں اور برکتیں بھی ہماری معاون بن جائیں۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے قرآن نازل فرمایا لیکن اس نور سے استفادہ تقویٰ کی عدم موجودگی میں ممکن ہی نہیں چنانچہ قرآن کریم کے شروع ہی میں فرما دیا گیا کہ اس کتاب میں متقین کے لیے ہدایت ہے۔

اسی مناسبت سے قرآن کے نزول والے بابرکت مہینہ ہی کو تقویٰ کی ترقی کے لیے مخصوص فرما دیا گیا۔ اسی لئے پورے عالم اسلام میں اس ماہ کے دوران کثرت کے ساتھ قرآن کی تلاوت اور سماعت کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ تاکہ روزے سے حاصل ہونے والی روحانی صلاحیت کی بدولت مومنین پر قرآن کی حقانیت روشن سے روشن تر ہوتی چلی جائے اور اسلام ان کے دلوں میں گھر کر جائے اور وہ پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو کر اللہ کے انعام واکرام کے حقدار بن جائیں۔

ماہ صیام کی تربیت اگر پورے اہتمام اور ظاہری اور معنوی لوازمات کی کامل پابندی کے ساتھ مکمل کی جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ سال کے باقی گیارہ مہینوں میں اس کے اثرات قائم نہ رہیں۔ اگر کبھی تقویٰ میں کمزوری محسوس ہونے لگے تو نفلی اور سنت روزں سے بھی مدد لی جاسکتی ہے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ روزہ ایک ڈھال ہے۔ تو مومن کو چاہیے کہ اپنے حقیقی دشمن یعنی شیطان کے حملوں کو روکنے کے لیے اس دفاعی ہتھیار کو پوری قوت اور شدت سے استعمال بھی کرے۔ جب بھی شیطان کی طرف سے کسی حرام کام کے ارتکاب کے لیے دل میں وسوسہ پیدا ہو تو مومن کو چاہیے کہ ماہ رمضان کے دوران ضبط نفس کی تربیت کو یاد کرے اور تقویٰ کی اہلیت کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنے نفس کو اللہ کی حکم عدولی سے باز رکھے۔ یہی لمحہ مومن کے ایمان اور تقویٰ کے امتحان کا ہوتا ہے۔ جو مومن بندہ ماہ رمضان میں اپنے رب کے حکم پر روزے کے دوران حلال رزق اور جائز جنسی خواہشات سے بھی اپنے آپ کو روک لیتا ہے۔ اس کے لیے کسی حرام فعل کے ارتکاب یا اللہ کی معصیت سے اپنے آپ کو باز رکھنا تو آسان تر ہوتا ہے۔ ایسے ہی کردار کے حامل لوگ متقین کہلاتے ہیں۔ اللہ کے نزدیک ہم میں سے زیادہ عزت واکرام کا مستحق وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ اور آخرت میں جنت کی نعمتیں بھی متقین کے لئے ہی وقف ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب کو رمضان المبارک کی برکتوں سے کامل طور پر مستفیض فرما کر متقین اور مقربین میں شامل فرمائے۔ آمین!

ملفوظات بانی سلسلہ

مسلمانوں کے زوال کے اسباب

(مرتبہ ایم محمد طالب) گوجرانوالہ

پچھلے شمارہ میں مسلمانوں کے زوال کے بارے میں ہم لکھ رہے تھے۔ جو سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے بانی حضرت قبلہ عبدالحکیم انصاریؒ کی تصنیف "تعمیر ملت" سے اقتباس لیا گیا تھا۔ اس شمارہ میں بھی بقیہ اقتباس بیان کیا جارہا ہے۔ جو توحید سے متعلق ہے۔

"صحابہ کے بعد آئمہ کرام ہیں۔ ان قدسی صفات بزرگوں میں سب سے قابل ذکر ہستی جناب سیدنا امام حسینؓ کی ہے۔ جن کے متعلق بے شمار مسلمان وہی عقیدہ رکھتے ہیں جو اوپر رسول اکرم ﷺ اور علیؓ معظم کے ضمن میں بیان ہوئے۔ دل چاہتا تھا کہ حضور کی تعریف میں کچھ لکھا جائے لیکن بخدا جس قدر آپ کے اخلاق و کردار پر غور کیا دماغ کو مفلوج، قوت بیان کو لنگ اور زبان قلم کو گنگ پایا اور ان چار مصرعوں سے بہتر مضمون سمجھ میں نہ آیا جو حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے آپ کی شان میں تحریر فرمائے ہیں یعنی۔

شاہ است حسینؓ بادشاہ است حسینؓ
دین است حسین دین پناہ است حسینؓ
سرداد نہ داد دست دردست یزید
حقا کہ بنائے لاالہ است حسینؓ

کون حسینؓ؟ وہ کہ جہاں اس کے پدر بزگوار نے دور اول میں ذوالفقار تابدار سے فتنہ ارتداد کا سر قلم کر کے قصر اسلام کی بنیادیں محکم کی تھیں وہاں دور ثانی میں اس نے خود اپنا سر قلم کرا کے اسلام کی گرتی ہوئی عمارت کو تھام لیا۔ ہاں وہی حسینؓ جنکی یادگار میں ہم ہر سال محرم کے عشرہ اول میں سوگ مناتے ہیں۔

محرم میں کیا ہوتا ہے؟ تعزیے بنائے جاتے ہیں۔ سبیلیں لگائی جاتی ہیں۔ مہندی اور ذوالجناح وغیرہ کے جلوس نکالے جاتے ہیں۔ مجالس عزا قائم کی جاتی ہیں۔ جن میں بہت تھوڑا سا کردار حسینؓ اور بہت زیادہ واقعات کربلا بیان کئے جاتے ہیں عزاخوان خود بھی روتے ہیں

اور دوسروں کو بھی رلاتے ہیں ماتم ہوتا ہے۔ شیعہ بھائی ۱۳ دن تک سیاہ کپڑے پہنتے ہیں۔ بھوکے پیاسے، برہنہ سر اور برہنہ پا رہتے اور زمین پر سوتے ہیں۔ دسویں کی رات اور دن میں تعزیوں کے جلوس نکلتے ہیں۔ جن کے ساتھ مرثیہ خواں مرثیے اور سوز پڑھتے ہیں۔ پٹا۔ نبوٹ اور گتکے کے اکھاڑوں میں ماہرین اپنا اپنا ہنر دکھاتے ہیں۔ منتیں ماننے والے منتیں مانتے اور تعزیوں پر نذریں اور مٹھائیاں چڑھاتے ہیں۔ منتوں کی نشاندہی میں کپڑوں کی دھجیاں اور کلاوے باندھے جاتے اور جناب امامؓ سے براہ راست درخواستیں کی جاتی ہیں۔ کہ ہماری فلاں منت پوری ہوگئی تو آئندہ سال فلاں چیز تعزیہ پر چڑھائی جائے گی الغرض بڑا بھاری میلا ہوتا ہے۔ جس میں صرف چند آنکھیں اشکبار اور چند دل سوگوار ہوتے ہیں۔ باقی سب دنیا خوش و خرم نظر آتی ہے لوگ ہنستے ہیں قہقہے لگاتے ہیں۔ تحفے خریدتے ہیں مٹھائیاں کھاتے ہیں۔ سگریٹ کے دھوئیں اڑاتے اور تماشہ دیکھ کر اپنے اپنے گھر چلے جاتے ہیں۔

ان باتوں کے علاوہ ہماری آنکھوں نے ہندوستان علی الخصوص جنوبی ہند کے اکثر شہروں اور قصبوں میں یہ بھی دیکھا ہے کہ تعزیوں کے ساتھ رنڈیاں اور لونڈے ناچتے اور نہایت بازاری اور فحش گیت گاتے ہیں۔ لوگ شراب پی کر آتے اور رنگ رلیاں مناتے ہیں۔ پہلی ہی تاریخ سے کچھ لوگ شیر بنتے ہیں یعنی صرف ایک لنگوٹ باندھ کر سارے بدن پر زرد پینٹ ملتے ہیں۔ اس پر کالی دھاریاں بناتے ہیں۔ منہ پر شیر کا مقوہ اور پیچھے ایک دم لگاتے ہیں۔ دونوں ہاتھوں میں ہرن کا ایک ایک سینگ پکڑتے اور پینتیرے بدل بدل کر کچھ ناچتے کچھ تھرکتے اور کچھ تمام بازاروں میں گھومتے ہیں۔ اس کے پیچھے ایک تاشہ والا تاشہ بجاتا جاتا ہے یہ شیر جس حلوائی یا شراب والے کی دکان پر جاتے ہیں۔ وہی ان کو مفت شراب اور مٹھائی پیش کرتا ہے۔ ہم نے وہاں کی عوام سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے؟ تو ہم کو بتایا گیا کہ ان آدمیوں کے اندر ولی گھس گئے ہیں دسویں کے جلوس میں طرح طرح کے سوانگ رچائے جاتے ہیں۔ لوگ عمدہ عمدہ لباس پہنتے اور ٹھاٹھ سے میلے جاتے ہیں۔ شاگرد پیشہ چپراسی اور چٹھی رساں انعام طلب کرتے ہیں۔ اگر ان سے پوچھو کہ کیسا انعام تو کہتے ہیں کہ کیا آج بڑی عید نہیں ہے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ○

ہم پوچھتے ہیں کہ اس پچھلی فراخات سے قطع نظر کر کے جو کچھ پہلے بیان کیا گیا ہے اگر

اس میں سے سب باتیں بلا استثناء صحیح اور درست بلکہ ثواب عظیم ہوں تو بھی اے علیؓ اور حسینؓ کے عاشقو۔ کیا یہی ایک طریقہ ہے۔ اس شہید اعظم کا سوگ اور اس ذبح عظیم کی یادگار منانے کا۔ اگر تمھاری سمجھ میں اس سے بہتر اور کوئی طریقہ نہیں آتا۔ تو پھر کم سے کم اسی کو قاعدے اور قرینے سے مناؤ یہ محرم کے میلے کیا ہوتے ہیں۔ ایک اژدحام بے ہنگام ہوتا ہے۔ نہ کوئی تنظیم ہوتی ہے۔ نہ انتظام ان میلوں سے فائدہ اٹھاؤ ان میں سید الشہدا کے کردار اور اس شہادت عظمیٰ کے مقصد کی تبلیغ کراؤ۔ مسلمانوں کو اسلام کے دفاع میں مرنا سکھاؤ۔ مرثیہ اور سوز خوانی ہو یا بینڈ باجوں پر نوحہ سرائی۔ پٹا بازی ہو یا ماتم آرائی جو کچھ بھی ہو قاعدے قرینے اور ضبط و نظم کے ساتھ شاندار طریقے سے ہو۔ تربیت یافتہ نوجوانوں کے فوج در فوج دستے ہوں ایک سی وردی اور ایک سے پٹکے ہوں۔ وہی سب کام اور میلے کے انتظام و اہتمام کو خوبی و تندہی سے سرانجام دیں۔ متمدن قوموں کے میلے اور نظم و ضبط سے کچھ سبق لو اور غیر قوموں کی نظر میں اپنی اور اسلام کی سبکی نہ کراؤ تم اگر اتنا بھی کر لو تو بہت ہے۔ لیکن سچ پوچھو تو جس کارنامہ اعظم کی تم یاد منانا چاہتے ہو اس کے لحاظ سے تو یہ سب کچھ بھی ایک طفلانہ عقیدت مندی سے زیادہ کچھ بھی نہیں ہے۔

کیا حسینؓ نے اسی لیے جان دی تھی۔ اور سجدے میں سر کو اسی لیے کٹایا تھا کہ ہر سال محرم کے دس بارہ دن تم تعزیہ سازی، مرثیہ گوئی اور سینہ کوبی کرو۔ بھوکے پیاسے رہو اور چند آنسو بہا کر سال بھر کے لیے خاموش بیٹھ جاؤ اور بس۔ اگر تمھارے خیال میں یہی کافی ہے تو پھر تم نہ شہید اعظم کی عظمت کو سمجھتے ہو اور نہ اس شہادت عظمیٰ کے مقصد کو کیا تم اتنا بھی نہیں جانتے کہ حسینؓ نے سر کٹایا تھا صرف تعلیم قرآن کی بقا اور اپنے مقتدر نانا محمد ﷺ عربی کے اسوہ حسنہ کو رہتی دنیا تک برقرار رکھنے کے لیے اگر یہ صحیح ہے اور یقیناً" صحیح ہے تو اس کارنامہ عظیم کی یادگار کا مقصد بھی یہی اور صرف یہی ہونا چاہیے۔ کیا تمھارے خیال میں آج اسلام خطرات سے گھرا ہوا نہیں ہے اور کیا اس کی حفاظت و بقا کے لیے آج پھر اسی قربانی کی ضرورت نہیں جو حسینؓ نے پیش کی تھی۔ اور کیا آج پھر اسی راہ پر گامزن ہونا فرض نہیں ہو گیا ہے۔ جس پر کل حسینؓ گزرا تھا۔

آج اسلام کو دو خطرے ہیں۔ ایک خارجی اور ایک داخلی۔ خارجی خطرہ یہ ہے کہ

چاروں طرف ایسی قومیں آباد ہیں جو تم سے بدرجہا طاقتور اور ترقی یافتہ ہیں۔ ان قوموں کے پاس علم و دولت ہے۔ اتحاد و محبت ہے۔ حرکت و عمل ہے۔ جنگی ساز و سامان سے آراستہ فوجیں ہیں۔ پانی میں چلتے ہوئے جہاز اور آبدوزیں ہیں۔ ہوا میں اڑنے والے طیارے اور راکٹ ہیں۔ آگ برسانے والی توپیں ہیں۔ تباہ کرنے والے ایٹم اور ہائیڈروجن بم ہیں۔ کیا تم نہیں جانتے کہ زندگی اور اقتدار صرف طاقت کا نام ہے۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس کی مثل غلط نہیں۔ دنیا میں یہی ہوتا آیا ہے۔ یہی ہوتا رہے گا۔ بڑی مچھلیاں چھوٹی مچھلیوں کو کھاتی رہیں گی۔ طاقتور قومیں کمزور قوموں کو غلام بناتی رہیں گی۔ ان قوموں نے اگر تم کو چھوڑ رکھا ہے تو کسی مصلحت باہمی عناد رقابت کی وجہ سے۔ داخلی خطرہ یہ ہے کہ تمہارے پاس علم و دولت ہے نہ اتحاد و محبت، صبر و استقلال ہے نہ حرکت و عمل، ایمان کی طاقت ہے نہ اخلاق کی قوت اور سب سے زیادہ یہ کہ تمہیں اپنی ان کوتاہیوں اور کمزریوں کا صحیح علم ہے نہ احساس اور اس کمزوری و ناطاقتی کو دور کرنے کی کوئی کوشش و پرواہ ہے نہ علاج اور دوا تمھارے پاس ایک کتاب ہے۔ سب سے بڑے حکیم کی تصنیف۔ لیکن تمھاری بے پرواہی کی یہ حالت ہے کہ اس کی طرف دیکھتے تک نہیں۔ یہ باتیں جب مسلمانوں سے کہی جاتی ہیں تو وہ جواب دیتے ہیں۔ "ارے میاں اسلام تباہ نہیں ہو سکتا۔ یہ اللہ کا اپنا دین ہے۔ قیامت تک رہے گا۔ اگر موجودہ مسلمان بھی تباہ ہو جائیں تو اللہ کسی اور قوم کو مسلمان کردے گا۔ جو اسلام کا چراغ روشن رکھے گی" مطلب یہ کہ ہم بلا سے مار ڈالے جائیں تباہ ہو جائیں ہمارے بچے، ہماری بہو بٹیاں اور بہنیں نسلاً بعد نسل کفر و شرک کی زندگی بسر کریں۔ مگر ہم اپنی خامیوں کو رفع اور دنیا میں عزت و عظمت کی زندگی بسر کرنے کے لیے ٹس سے مس نہ ہوں گے۔ قرآنی تعلیم ہچکیاں لے رہی ہے تو لیتی رہے۔ اور محمدی ﷺ اخلاق دم توڑ رہا ہے تو توڑا کرے۔ ایسے مسلمانوں سے تو ہم کیا کہیں۔ لیکن اگر کوئی سننے کو تیار ہے تو سنے کہ حسینؓ نے ان تمام بیماریوں کا علاج یہی بتایا تھا کہ اگر قوم پر کوئی وقت ایسا پڑے جب کوئی دوا بااثر اور کوئی نسخہ کارگر نہ ہو تو اس وقت صرف یہی علاج ہے کہ اپنی جان کی قربانی دو اور شجر اسلام کو اپنے خون سے سینچو۔ اے مسلمانو! اگر تم حسین کے عاشق ہو اس کے شایان شان یادگار منانا چاہتے ہو تو اٹھو اور اسلام کو بچانے کے لیے اپنی جانوں کی قربانی دے ڈالو۔ ہمارا یہ مطلب نہیں کہ بلاوجہ جہاد کرو اور مسلمانوں کے گرد و پیش جتنی غیر

مسلم قوتیں راج کر رہی ہیں ان پر چڑھ دوڑو یہ بات تو رسول خدا کے حکم اور تعلیم قرآنی کے خلاف ہے۔ جہاد تو صرف وطن و ملت کی مدافعت میں جان دینے کا نام ہے۔ اللہ کی راہ میں جان دینے کا صرف یہی ایک طریقہ نہیں اور بھی طریقے ہیں۔ کیا یہ طریقہ کچھ کم ہے کہ قوم کو بوقت ضرورت مدافعت کی غرض سے تیار کرنے کے لیے اپنی جانوں کو وقف کر دو۔ اپنا آرام و آسائش تج دو۔ اپنے عشرت کدوں سے باہر آجاؤ۔ مرغن اور لذیذ غذائیں ترک کر دو۔ خدم و حشم کو تیاگ دو۔ ملبوسات فاخرہ اتار ڈالو۔ مسافرانہ اور سپاہیانہ زندگی اختیار کرو۔ سادہ کھاؤ ۔ سادہ پہنو۔ اپنا روپیہ اور دولت سامان حرب کی فیکڑیاں کھولنے اور ایٹم اور ہائیڈروجن بم بنانے میں صرف کر دو اور کام کرو قوم کی اصلاح و فلاح اور تنظیم کے لیے کوشش کرو مسلمانوں میں اخلاق اور ایمان و عمل کی روح پھونکنے کے لیے جانیں لڑا دو۔ آپس کے فرقہ ورانہ اور طفلانہ اختلافات مٹانے کے لیے ہاں اٹھو اور کام کرو انہی مقاصد عالیہ کے لیے اپنی جانوں کو گھلا دو اپنی روحوں کو پگھلا دو' اپنی ہستی کو مٹا دو اور کام کرتے رہو۔ کرتے رہو۔ یہاں تک کہ ملت اسلامیہ پھر ایک ایسی بنیان مرصوص بن جائے کہ جو اس سے ٹکرائے پاش پاش ہو کے رہ جائے ۔ مسلمانو شہادت حسین کی یادگار منانی ہے تو اس طرح مناؤ کیا تم حسین کے پیغام شہادت کی تعمیل میں اتحاد اسلام کے لیے اتنا کچھ بھی نہیں کر سکتے جتنا پچھلی تحریک میں بھارت کے ہندوؤں نے گاندھی کے مرن بھرت سے متاثر ہو کر انگریز جیسی جابر و قاہر قوم کے خلاف متحد ہو کر دکھایا؟

آئمہ عظام کے بعد اولیائے کرام کا نمبر ہے۔ ہم ان کی بابت کیا لکھیں ماشااللہ زندہ اور مردہ لاکھوں اور کروڑوں ہی ہیں اور ان میں سے ہر ایک کو "ارباب من دون اللہ" میں ایک رب بنا دیا گیا ہے ان بزرگان دین میں سب سے زیادہ قابل ذکر ستودہ صفات جناب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی ہے۔ جن کو لوگ "بڑے پیر" یا غوث الاعظم دستگیر کے نام سے پکارتے اور سمجھتے ہیں۔ کہ یہ لوگوں کی بگڑی بنا سکتے اور اللہ کی طرف سے نازل کی ہوئی مصیبتوں کو ٹال سکتے ہیں۔ یہ لوگ اٹھتے بیٹھتے ہر وقت یا غوث الاعظم دستگیر کے نعرے لگاتے ہیں اور کبھی بھول کر بھی اللہ کا لفظ زبان پر نہیں لاتے۔ اب اگر آپ کی زندگی اور تعلیم کا مطالعہ اور تحقیق کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ دنیا کے تمام اولیاء میں سب ہی سے زیادہ متقی اور پرہیزگار اور کتاب و سنت کے پابند تھے اور آپ کی زندگی و بڑائی ہرگز اسمیں نہ مرکز اسی میں تھی۔ کہ آپ سفید کو

سیاہ اور سیاہ کو سفید کر دکھاتے۔ لوگوں کی مرادیں بھر لاتے' غریبوں کو امیر بناتے۔ بے اولادوں کو اولاد عطا کرتے۔ بیماروں کو شفا دیتے' مردوں کو زندہ کرتے یا بارہ برس کی ڈوبی ہوئی روائتی ناؤ نکال کر دکھا دیتے تھے۔ بلکہ آپ کی ساری عظمت و شان اس بات میں مضمر تھی کہ ساری عمر میں کوئی فعل آپ سے خلاف سنت سرزد نہ ہوا اور کوئی قول خلاف شریعت آپ کی زبان مبارک سے نہ نکلا۔ آپ کی کتابیں فتوح الغیب اور غنیتہ الطالبین موجود ہیں۔ اٹھا کر دیکھ لیجئے ایک ایک لفظ قرآن اور سنت کے انشراح اور اتباع میں ہے۔

ان سب سالکان راہ خدا کی بڑائی اور بزرگی مسلم لیکن کیا اس بزرگی کو ماننے کا صرف یہی ایک طریقہ ہے کہ ان کو خدا یا خدا کا شریک ٹھہرایا جائے ان کی قبروں پر سجدے کئے جائیں۔ چادریں اور نذرانے چڑھائے جائیں۔ منتوں کے چلے باندھے جائیں۔ رزق طلب کیا جائے۔ ان کے مزاروں پر لکھی عرضیاں پیش کی جائیں۔ مردان کی خاک کو حرز بازو بنائیں اور عورتیں استقرار حمل کے لیے پیٹ ننگا کر کے ان کی قبروں سے ملیں۔ شرم کرو۔ اے اسلام کے دعویدار و کچھ تو شرم کرو۔ مانا کہ انہوں نے زندگی میں بڑی کرامتیں دکھائیں۔ فقیروں کو بادشاہ بنا دیا۔ بیماروں کو پھونک مار کر اچھا کیا۔ اور مردوں کو ٹھوکر مار کر اٹھا بٹھایا۔ لیکن کیا باوجود اس کے بھی وہ اسی قابل ہیں کہ ان کو خدا مانا جائے۔ اور خدائے بزرگ و برتر کو بھلا دیا جائے جس نے ان کو یہ بزرگی اور کرامات عطا کی تھیں۔ ان بزرگان دین کی بزرگی اور بڑائی کو ماننے اور اس کی قدر کرنے کا طریقہ تو یہ ہے کہ ان کے اخلاق و کردار کی تقلید میں نیکی اختیار کرو۔ برائیوں سے بچو۔ شریعت پر چلو اور جس طرح انہوں نے "صرف ایک خدا" کے عشق و محبت میں یہ مراتب حاصل کئے تم بھی وہی مراتب حاصل کر کے مسلمانوں کی اصلاح و فلاح کے لیے کام کرو۔ توحید کا ڈنکا بجاؤ رسالت کا پیغام سناؤ۔ کفر و شرک سے لوگوں کو بچاؤ اور تعلیم قرآن کی روشنی اور معرفت و حقیقت کے باطنی نور سے مسلمانوں کے ظلمت کدوں کو جگمگا دو۔ اور ان کے سینوں کو منور بنا دو۔

کشف و کرامات بلاشبہ بڑی چیز ہے یہ ولایت اور بزرگی کی نشانیاں ہیں۔ ثبوت ہیں۔ لیکن اس کی وجہ سے کسی کو خدا یا خدا کا شریک ماننا کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔ کشف میں کیا ہوتا ہے۔ یہی کہ آئندہ کے کچھ واقعات معلوم ہو جاتے ہیں۔ لیکن اگر کسی کو یہ معلوم ہو جائے کہ

مجھ پر یا فلاں آدمی پر فلاں مصیبت آنے والی ہے۔ یا فلاں وقت میری یا کسی کی موت واقع ہونی ہے۔ تو کوئی رسول یا ولی اس مصیبت یا موت کو ٹال تو نہیں سکتا تو پھر ایسے کشف سے سوائے رنج واندوہ کے اور کیا فائدہ ہے؟ اس طرح کرامات میں کسی بزرگ سے کوئی بات عجیب وغریب سرزد ہوتی ہے لیکن جتنے بزرگ گزرے ہیں۔ اور اب موجود ہیں۔ وہ سب یہی کہتے ہیں کہ ایسی باتیں محض اللہ کے حکم سے ایک ایسی بے خودی اور خودرفتگی کے عالم میں سرزد ہوتی ہیں۔ جب ہم کو خود معلوم نہیں ہوتا کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ تو اے کشف وکرامات کی وجہ سے اولیاء اللہ کو ارباب من دون اللہ سمجھنے والو تم اس خدائے قادر وقیوم کو کیوں نہیں مانتے اور مصیبتوں کے وقت خود اسی کو یاد کیوں نہیں کرتے۔ جس نے اولیاء اللہ کو بزرگی عطا فرمائی ہے۔ یہ خدا اگر چاہے تو بے شک تمہاری آنے والی مصیبتوں کو دور کر سکتا ہے۔ اور اگر تم کسی کو محض کرامات ہی کی وجہ سے قادر وتوانا مانتے ہو تو پھر سورج کی پرستش کرو۔ جو دنیا کا سب سے بڑا کراماتی ہے۔ یہ سورج تمہاری زمین کو روشنی اور حرارت پہنچاتا ہے جس سے زندگی قائم ہے۔ یہ تمہارے سمندروں سے پانی کو بھاپ بنا کر اڑاتا ہے جس کی وجہ سے بارش ہوتی ہے۔ اور تمہارا رزق پیدا ہوتا ہے۔ اگر سورج نہ ہو تو کوئی جاندار بھی اس زمین پر زندہ نہیں رہ سکتا۔ پس اگر کرامتوں اور فائدہ وفیض انسانی ہی پر کسی کے ماننے یا نہ ماننے کا انحصار ہے۔ تو پھر سورج کو مانو۔ اور اس کی پرستش کرو اولیاء اللہ سورج کے مقابلہ میں ذرہ برابر بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ بے انتہا لوگ سورج کی اسی وجہ سے پرستش کرتے رہے ہیں اور اب بھی کرتے ہیں۔ لیکن تھوڑی سی عقل والے بھی جانتے ہیں۔ کہ سورج خود مخلوق ہے۔ اس میں یہ حرارت اور روشنی بھی اللہ ہی کی پیدا کی ہوئی ہے۔ انسان کو تو اپنے اعمال وافعال پر کافی اختیار ہے۔ لیکن سورج تو محض مجبور ہے۔ جو کام اس کے سپرد ہیں۔ مجال ہے کہ ان سے ایک بال برابر بھی روگردانی کر سکے تو اے بھلے لوگو تم صرف اس خدا کو کیوں نہیں مانتے جس نے حیات آفرینی کی یہ مشین یعنی یہ سورج پیدا کیا ہے اور جو سورہ یاسین میں اس سورج کی بابت فرماتا ہے

والشمس تجری لمستقر لها ذالک تقدیر العزیز العلیم۔

پچھلے بیانات سے یہ تو سمجھ میں آ گیا ہو گا کہ مسلمانوں کی تعداد کثیر نے کس طرح "ایک اللہ" کو چھوڑ کر اپنے لیے بے شمار "ارباب من دون اللہ" پیدا کر لئے اور توحید کے عقیدے

اور توحید پرستی کے کس طرح ٹکڑے اڑا دیئے اب یہ بتانا ہے کہ باوجود ان تمام باتوں کے اب بھی چالیس پچاس فیصدی مسلمان ایسے رہ گئے تھے۔ جو صرف ایک اللہ کو مانتے اور اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ خواہ وہ ایمان کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو لیکن ارباب زمانہ نے توحید کے عقیدے کو مٹانے میں صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ ابھی ایک قیامت اور آنے والی تھی اور ایک طوفان اور اٹھنے والا تھا یہ طوفان عشق الٰہی کے خاص دعویداروں اور معرفت و حقیقت کے سب سے بڑے علمبرداروں کی خانقاہوں اور عزلتگدوں سے اٹھا اور عقیدہ توحید کی جو دھجیاں باقی رہ گئی تھیں ان کو بھی پارہ پارہ کر گیا یہ تھا صوفیوں کا عقیدہ "وحدت الوجود" یا ہمہ اوست"

ہم مانتے ہیں کہ اس عقیدے کے مبلغوں میں چند بڑے بزرگ اور ولی اللہ بھی تھے اور ان کی نیتیں انتہائی نیک اور پاک تھیں ان پر جو کیفیتیں اپنے سلوک و سیر میں طاری ہوئیں وہ انہوں نے جن الفاظ میں بھی ہو سکا آگے آنے والے سالکوں کی معلومات اور افادے کے لیے قلم بند کر دیں لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ یہ بات جب حقیقی اہل اللہ کے حلقہ سے نکل کر جاہل اور جھوٹے صوفیوں کے کان میں پڑی اور ان سے عوام تک پہنچی تو ان پر اس کا یہ اثر ہوا کہ وہ کائنات کے ذرہ ذرہ کو خدا سمجھ بیٹھے۔ عقیدہ توحید پر یہ چوٹ بڑی زبردست تھی وہ اس کو نہ سنبھال سکا یعنی اب تک تو چند ہستیاں ہی اللہ کی شریک گردانی جاتی تھیں۔ اب کائنات کی ہر چیز خدا بن گئی۔ استغفر اللہ لیکن الحمد للہ کہ علماء فقرا اور عوام میں آج بھی دس بیس فیصدی لوگ ایسے ہیں۔ جو صرف اللہ ہی پر ایمان رکھتے ہیں۔ مگر افسوس کہ ان میں سے زیادہ کا ایمان اس قدر محکم نہیں جس قدر محکم ہونا چاہیے اگر موحدین کی اس قلیل تعداد کو بھی اللہ پر ایمان کامل اور یقین محکم ہوتا تو یہی جماعت تمام دنیا کے مسلمانوں کو اٹھانے اور صحیح راستے پر چلانے میں کامیاب ہو سکتی تھی۔ "ہمہ اوست" کا مکمل بیان ہم آگے کریں گے۔ اور بتائیں گے کہ یہ حقیقت نہیں بلکہ صرف ایک کیفیت ہے جو عملی سلوک میں ایک خاص مقام پر سالکین راہ خدا میں سے کسی کسی پر طاری ہوتی ہے اور وہ غلطی سے اس کو حقیقت سمجھ بیٹھتے ہیں۔

الغرض یہ حشر ہوا اس عقیدہ توحید کا جو مسلمانوں کے دین کی اساس ان کی جماعتی شیرازہ بندی کی بنیاد اور اجتماعی طاقت کا اصل راز تھا۔

میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟

ڈاکٹر عتیق الرحمان قلعہ دیدار سنگھ

(سابق امریکی صدر جارج واشنگٹن کے نومسلم پڑپوتے کا انٹرویو)

س = براہ کرم! آپ اپنا تعارف کرائیں اور یہ بتائیں کہ اسلام کی قبولیت کے اسباب و محرکات کیا پیش آئے؟اس کا آغاز کیا ہوا؟

ج = واشنگٹن کے قریبی صوبہ (ورجینا) میں میری پیدائش ہوئی۔ میرے والد امریکی بحریہ میں ایک افسر تھے۔ وہ امریکی صدر جارج واشنگٹن کے پوتے تھے۔ میری نشوونما اور تعلیم و تربیت کے سارے مراحل خاندان ہی میں طے ہوئے۔ میرے آباؤ اجداد کا ایک بڑا فارم ہے۔ جو چار سو سال سے ہماری ملکیت ہے۔ بچپن ہی سے عیسائیت کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی جستجو میرے اندر تھی۔ میں جس پادری سے یہ سوال کرتا وہ مجھے مطمئن کرنے میں ناکام ہو جاتا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کا وجود اور حضرت عیسی علیہ السلام کا وجود دونوں الگ الگ ہیں۔ یہ دور میری زندگی کا مشکل ترین دور تھا۔

پھر جب صحافتی زندگی میں میں نے قدم رکھا تو مجھے ایک کیمرہ مین کی حیثیت سے رسالہ ٹائم کی طرف سے لبنان کی خانہ جنگی کی تصویریں کھینچنے کے لیے بیروت جانا پڑا۔ یہ واقعہ ہے ایک عرب اور مسلمان ملک کے سفر کا تصور کر کے مجھے خوف اور گھبراہٹ ہو رہی تھی۔ اس لیے کہ امریکی فلموں اور میڈیا نے میرے دماغ میں یہ بات اچھی طرح اتار دی تھی کہ مسلمان تشدد پسند اور ظالم ہوتے ہیں۔ وہ انتہائی جاہل اور جنگلی ہوتے ہیں۔ اور انسانی تہذیب سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ لیکن لبنان میں داخل ہونے کے بعد میرے تمام نظریات وعقائد یکسر باطل ثابت ہوئے۔ میں نے بچشم خود مشاہدہ اور تجربہ کیا کہ مسلمان اور عربوں سے متعلق جو کچھ مغربی میڈیا نے تصورات دیئے ہیں وہ جھوٹ اور گمراہ کن پروپگنڈہ ہیں۔

جن مسلمانوں نے لبنان میں مختلف مقامات پر ہماری ملاقاتیں ہوئیں انہوں نے ہمیشہ خطرات میں محفوظ رکھنے میں جان کی بازی لگادی۔ میرے کھانے پینے اور آرام و راحت کے تمام مسائل مہیا کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ جب (عیسائی فوجوں) کی کمین گاہوں سے مجھ پر گولی چلائی گئی اور میں زخموں سے چور ہو گیا تو ان مسلمانوں نے میرے علاج میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ اور اس طرح انہوں نے میری دیکھ بھال کی جیسے میں ان کا بھائی اور فرد خاندان ہوں۔ اس وقت میری عمر ۲۰ سال تھی۔ جس ہوٹل مین میرا قیام تھا وہاں پاس ہی ایک مسجد تھی۔ جس کے امام سے میں ملتا اور اسلام کے بارے مین ان سے معلومات حاصل کرتا رہتا۔ ان ملاقاتوں سے میرے اندر اسلام سے دلچسپی پیدا ہونے لگی۔ لیکن اس وقت میں نے نہ قرآن پڑھا تھا اور نہ حدیث سے واقف تھا۔ لیکن مسلمانوں سے گفتگو اور مسلسل ملاقاتوں اور ان کے قرب نے میری تمام غلط فہمیوں کو دور کر دیا۔ میں ان مسلمانوں کے ساتھ جنگ کے محاذ پر جاتا تاکہ تصویریں لے سکوں۔ پھر میں واپس امریکہ آگیا۔ میں نے از سرنو مسیحی عقائد اور مختلف عیسائی فرقوں سے متعلق مطالعہ کرنا شروع کر دیا۔ گرجا گھروں میں پادریوں سے ملا لیکن میری تسلی نہ ہو سکی۔

پھر مجھے افغانستان میں اس وقت جانا پڑا جب روس نے اس قدیم اسلامی ملک پر زبردست یورش کردی تھی۔ واشنگٹن میں افغانستان کی آزادی کے لیے جدوجہد کرنے والی ایک کمیٹی نے رپورٹنگ کے لیے افغانستان بھیجا۔ میری یہ بھی ذمہ داری تھی کہ افغانستان کے مجاہدین کی ضروریات کا جائزہ لوں اور مالی و فوجی امداد کا اندازہ کروں ہم نے بعض افغان مجاہدین کو واشنگٹن اور نیویارک موعو کیا تاکہ وہ امریکن کانگریس کے ارکان سے تبادلہ خیال کر سکیں۔

س ۔ آپ کے افغانستان کے بارے میں کیا مشاہدات رہے؟

ج ۔ میں نے عام افغان مجاہدین کے اندر جو اسلامی روح پائی اس نے مجھے متحیر کر دیا میں نے دیکھا کہ وہ عین معرکہ جنگ میں وقت آنے پر نمازوں کے لئے کھڑے ہو جاتے اور کہا کرتے کہ ہم اپنے خالق و مالک کو راضی کرنے کے لیے یہ عبادت کرتے ہیں۔

میں جب انہیں جوش و جذبہ سے جہاد کرتے ہوئے دیکھتا تو اپنے دل میں کہتا کہ یہ لوگ کمزور اور نہتے ہوتے ہوئے بھی ایک بڑی فوجی طاقت سے لڑتے دیکھتا تو اپنے دل میں کہتا کہ یہ لوگ کمزور اور نہتے ہونے کے باوجود اپنے طاقتور دشمن پر یقیناً" فتح و غلبہ حاصل کرلیں گے۔ اس لئے کہ ان کے دل میں وہ ایمان موجزن ہے جس سے روسی فوجی محروم ہیں۔

میں نے قیام افغانستان کے دوران ہی احادیث نبوی ﷺ کا مطالعہ شروع کر دیا۔ ایک حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے رفقاء سے فرماتے کہ وہ ایمان ہی کی بدولت کامیاب و کامران ہوں گے۔ اس میں شک نہیں کہ ایمان کی قوت سے بھرپور افغان مجاہدین بل آخر جدید ترین جنگی ساز و سامان سے لیس روسی فوج کو شکست دینے میں کامیاب ہو گئے۔

س ۔ آپ کی زندگی میں دوسرا موڑ کب آیا؟

ج ۔ افغانستان سے واپسی کے بعد میں صحافت کے بجائے اپنے اصل پیشہ فوٹو گرافی کا کام کرنے لگا۔ 1988ء میں نیویارک میں ہم نے اپنے دوستوں کے تعاون سے ایک کمپنی کی بنیاد ڈالی۔ (راک اینڈ رول) گانے والوں نے ایک ٹیم تشکیل دی وہاں سے ہماری دوسری زندگی جو سراسر لہو و لعب اور رقص و سرور کی زندگی کا آغاز ہوا۔ امریکی سوسائٹی میں ان مشہور فلمی ستاروں سے ہماری ملاقاتیں بھی ہوئیں جن کے بارے میں ہم اخبارات میں پڑھا کرتے تھے۔ اس زمانہ میں ہم نے دولت اکٹھی کرنا شروع کی اور ایک سال کے اندر ہی میرے پاس ستر ہزار ڈالر جمع ہو گئے۔

یورپ کی سیاحت کے دوران وائنا میں ہماری ملاقات پناہ گزینوں کے ذمہ دار اقوام متحدہ کے ایک عہدیدار سے ہوئی اس نے خواہش ظاہر کی کہ آپ دو دن کے لیے بوسنیا ہو کر آئیں۔ اور وہاں کی خانہ جنگی کی تصویریں لیجئے۔ میں نے اس کو جواب دیا کہ میں نے خانہ جنگی کی اتنی تصویریں اتاری ہیں جو بہت سی جنگوں کے لیے کافی ہیں۔ ارٹیریا۔ ایتھوپیا۔ بولیساریو (مراکش) ' افغانستان اور بیروت وغیرہ کی تصویریں لے چکا ہوں۔ لیکن اس شب میں اپنے ہوٹل میں واپس آیا تو ٹیلی ویژن میں بوسنیا کی خبریں سن کر میری رائے

بدل گئی۔ ہم نے ٹی وی میں دیکھا کہ سرائیوں میں خواتین اور معصوم بچوں نے روٹی حاصل کرنے کے لئے جو لائین لگائی تھی۔ اس پر سربوں نے زبردست گولہ باری کی ہے۔ یہ خبر میرے لیے زبردست صدمہ کا باعث بنی اور میرے احساسات کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا اس لیے کہ افغانستان اور دوسرے مقامات پر بے گناہ بچے اور عورتیں جنگ میں قتل ہوئیں۔ لیکن اصل جنگ تو مردوں کا مقابلہ مردوں سے تھا۔ لیکن بوسنیا میں جو جنگ ہو رہی تھی۔ وہ تو مکمل طور پر مسلمانوں کے خلاف تھی۔ ہر اس چیز کو چن چن کر نشانہ بنایا جا رہا تھا۔ جس کا تعلق اسلام اور مسلمانوں سے تھا۔ یہ جنگ سراسر ایک بھیانک نسلی جنگ تھی۔ دوسرے دن میں اقوام متحدہ کے دفتر میں کام کرنے والے اس دوست کے پاس دوبارہ پہنچا تاکہ سرائیو جانے کا پروگرام ترتیب دیا جائے ہم نے جب اس کی اطلاع رسالہ ٹائم کے صدر دفتر کو دی تو ذمہ داروں نے یہ خواہش ظاہر کی کہ دو دن کی بجائے ایک دو ہفتے وہاں رہیں۔ لیکن میں نے کہا میں صرف دو دن ہی اس کے لیے نکال سکتا ہوں تاکہ اپنی کمپنی کے ضروری کام انجام دینے کے لیے نیویارک واپس جاسکوں۔

س - پھر آپ نے بوسنیا میں کیا دیکھا؟

ج - بوسنیا پہنچنے دوسرے ہی دن ہم نے بوسنیا کی شاہراہوں پر بڑے ہولناک مناظر دیکھے۔ فرانسیسی بکتربند گاڑی میں بیٹھ کر میں ائرپورٹ کے راستے میں واقع ہسپتال گیا۔ تاکہ وہاں کے مناظر کو کیمرے میں محفوظ کرسکوں۔ ہسپتال پہنچا ہی تھا کہ میں نے دیکھا کہ سرب فوجی زبردست گولہ باری ہسپتال پر کر رہے ہیں۔ ہسپتال سے باہر فوجی نے فوراً ہم کو اندر پہنچایا فرانسیسی محافظ دستے تو واپس چلے گئے ہم وہیں ہسپتال ٹھہر گئے اور تقریباً سولہ گھنٹے ان ڈاکٹروں اور نرسوں کے ساتھ ہم نے گزارے جو شب و روز کھانے پینے سے بے پرواہ ہو کر انتہائی تندہی اور توجہ و محنت سے مریضوں کے علاج میں مشغول تھے۔ انہیں اپریشن کے لیے ضروری اور بنیادی سامان نہیں مل رہا تھا۔ ان کے پاس انجکشن اور دوائیں نہیں تھیں۔ آکسیجن کی شدید کمی تھی۔ پانی اور بجلی سے بھی یہ ہسپتال محروم تھا۔ بجلی کے بجائے شمع سے کام لیا جا رہا تھا۔ اور بے ہوش کرنے والی دوا تک نہیں تھی حالانکہ ہسپتال میں

اپریشن کے وسائل اور جدید ترین مشینیں موجود تھیں ۔ دوسری طرف سرب فوجوں کی مسلسل گولہ باری نے درہم برہم کر رکھا تھا۔ آکسیجن کے پائپ خالی رکھے ہوئے تھے ۔ چار مہینے سے یہ صورت حال تھی ۔ ہم نے اقوام متحدہ کے آفس فون کر کے معلوم کیا۔ کہ آکسیجن کا انتظام ہو سکتا ہے ۔ کیا ہسپتال میں مریضوں کو غذائی اشیاء مہیا کی جا سکتی ہیں ؟ لیکن اقوام متحدہ کے افسران نے یہ عذر کیا کہ اگر ہم کسی ٹرک کے ذریعہ سامان پہنچانے کی کوشش بھی کریں گے تو سرب فوجیں اپنی گولہ باری کی وجہ سے اسے ناکام بنا دیں گے ۔ اس لئے ہم آپ کی مدد نہیں کر سکتے ۔ ہمارے پاس صرف تیرہ 13 ٹرک ہیں ۔ جن پر غذائی اشیاء لدی ہوئی ہیں ۔ ہم کسی ایک ٹرک سے دستبردار ہونے کے لیے تیار نہیں ہیں ہم نے وہاں موجود بوسنیا کے مسلمان فوجیوں سے گفتگو کی اور کہا کہ کیا آپ کوئی باربردار ٹرک تیار کر سکتے ہیں ۔ تو انہوں نے آمادگی کا اظہار کیا۔ جیسے ہی ہمیں یہ ٹرک مہیا ہو گیا ہم نے بوسنیا کے مسلمان فوجیوں کے تعاون سے سفید رنگ سے ٹرک کو رنگ دیا اور اس کے ہر طرف اقوام متحدہ کا مونوگرام بنا دیا ۔ ہم نے ہسپتال کو درکار اشیاء کی فہرست بنائی ۔ پھر اقوام متحدہ کے مرکزی دفتر سے غذائی اور طبی سامان لیا اور خود ڈرائیور بن کر ٹرک سے ائیر پورٹ کے راستے سربوں کی چوکیوں سے گزرتے ہوئے ہسپتال پہنچ گئے ۔ دوسرے دن اقوام متحدہ کے دفتر کو تعجب اور حیرت ہو رہا تھا کہ میرے پاس تو کاغذات صحافی کے ہیں اور میں اقوام متحدہ کا ڈرائیور بن گیا۔ سربوں کی وحشیانہ گولہ باری سے بچ کر ہسپتال تک پہنچنا ایک معجزہ ہی تھا۔ اگر ہم اپنے آپ کو غیر ملکی صحافی بنا دیتے تو سرب یقیناً" ہمیں گولیوں سے اڑا دیتے اس لیے کہ بیسویں صدی کی جو خانہ جنگیاں ہوئی ہیں ۔ ان میں سب سے زیادہ صحافی سربوں کی گولی سے مارے گئے ہیں ۔ ہم نے امریکی ذمہ داروں سے بھی مدد لی ۔ انہوں نے ہسپتال کے لئے طبی اور غذائی اشیاء تیسرے دن بھی فراہم کیں ۔ اور آکسیجن بھی وافر مقدار میں دوسرے شہر زعزب سے بھجوائی ۔

س ۔ اس کے بعد آپ نے کیا محسوس کیا؟

ج ۔ میں محسوس کرنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کسی خاص مقصد کے لیے بھیجا

ہے۔ میں نے تین دن قیام کی بجائے مزید تین ہفتے یہاں رہنے کا فیصلہ کرلیا۔ میرے قیام کا تیسرا اور آخری ہفتہ تھا۔ مجھے ضروری تصاویر اتارنی تھیں۔ کہ اچانک ایک کمین گاہ سے مجھ پر گولیاں چلائی گئیں۔ جو ایک بازو اور دوسری ٹانگ میں لگی۔ بوسنیا کے مسلمان ڈاکٹروں نے فوری طبی امداد پہنچائی۔ اس کے بعد مکمل آرام کے لیے (جرمنی) چلا گیا جہاں امریکی ہسپتال میں ڈیڑھ دو ماہ علاج کی غرض سے مقیم رہا۔ ڈاکٹروں نے زخم دیکھ کر بتایا کہ اگر دو سال تک صحیح طریقے سے علاج ہو تو آپ چل سکتے ہیں۔ لیکن میں نے ان کی ہدایات کو نظرانداز کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ کہ بوسنیا میں مجھے اپنی جدوجہد جاری رکھنا ہے۔ چنانچہ میں نے پلاسٹک کے تھیلوں سے اپنے پاؤں کو لپیٹ لیا۔ اور پھر ہسپتال پہنچ گیا ایک مہینہ کے اندر چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا۔ جرمنی میں ہی ہم نے بوسنیا کے لیے دوائیں جمع کرنے کی مہم شروع کی۔ جب اچھی خاصی مقدار ضروری اشیاء کی ہو گئی تو میں بوسنیا واپس آگیا۔ جہاں مجھے عجیب و غریب تجربے سے گزرنا پڑا جس سے میرے اندر گہرا زخم اور بہت غیر معمولی نفسیاتی صدمہ پہنچا۔ بلکہ اس نے میری زندگی کا رخ بدل دیا۔

مجھے ایک دن معلوم ہوا کہ بوسنیا کا ایک چھوٹا سا شہر سرب فوجوں کے محاصرہ میں ہے۔ میں نے وہاں جانے کا فیصلہ کیا۔ کروٹ اور بوسنیا کی فوجوں نے میرے اس فیصلہ کی مخالفت کی اور کہا کہ آپ بہت بڑا خطرہ مول لے رہے ہیں۔ ہر طرف سربی فوج گھات لگا کر بیٹھی ہے۔ یقیناً" وہ گولیوں سے بھون دے گی۔ یہ سفر خودکشی کے مترادف ہے۔ لیکن میرا فیصلہ وہاں جانے کا اٹل تھا۔ ہم رات کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔ جب اچھی طرح تاریکی چھا گئی۔ ہم نے سفر کا آغاز کیا۔ آخر وہی ہوا جس کا ہمیں اندیشہ تھا۔ سرب فوجیوں نے ہم پر گولیوں کی بوچھاڑ کردی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں بال بال بچالیا۔ جس موٹر پر ہم سوار تھے وہ بری طرح تباہ و برباد ہو گئی۔ ہم واپس آگئے دوسری موٹر لی اور دوسرے راستے کا انتخاب کیا۔ جہاں سے منزل مقصود تک پہنچا جا سکتا تھا۔ وحشت ناک جنگل کے اس جہنم میں ہم نے چار خواتین کو دیکھا جو ایک دوسرے کو سہارا دے کر چل رہی تھیں۔ سربوں نے پھر ہم پر گولیاں چلائیں۔ ہم نے اندازہ لگایا کہ یہ خواتین اپنے جسموں کو اچھی طرح لپٹے ہوئی ہیں

۔ میں سمجھ گیا کہ یقیناً" مسلمان خواتین ہیں ۔ سربی فوجی مسلمانوں کا بھیس بدل کر مسلمان مردوں اور عورتوں کو دھوکا دیا کرتے اور ان کو قتل کر دیتے ۔ مجھے ایک لمحہ کے لیے شک ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ خواتین سربوں سے تعلق رکھتی ہوں ۔ اور ہم مدد کے لئے پہنچیں اور گولیوں کا شکار ہو جائیں ۔ مگر ہم نے دیکھا ان خواتین میں سے ایک کے جسم سے بری طرح خون بہہ رہا ہے ۔ یہ دیکھ کر میں موٹر سے اترا اور میرے ساتھ ڈرائیور بھی اتر گیا ۔ یہ خواتین شدید تکلیف سے بری طرح چیخ رہی تھیں ۔ اور زار و قطار رو رہی تھیں ۔ ہم جب ان کے قریب آئے تو معلوم ہوا کہ ایک بارہ سال کی اور دوسری تیرہ سال کی ہے ۔ ایک لڑکی کے جسم سے بری طرح خون بہہ رہا تھا ۔ بڑی مضطرب تھی ۔ ڈرائیور نے اس کو ہمارے بارے میں بتایا کہ یہ ڈاکٹر ہے ۔ میں نے وہیں فوری طبی امداد اس بچی کو پہنچانے کا فیصلہ کیا اس لیے کہ اس کی حالت بہت سنگین ہو رہی تھی ۔ مجھے فسٹ ایڈ کی تربیت مل چکی تھی ۔ جو اس موقع پر کام آئی میں نے جب اس بچی کو دیکھا تو گہرا صدمہ پہنچا نا قابل فراموش واقعہ تھا ۔ جو زندگی بھر نہیں بھلایا جا سکتا اس بچی کی ماں نے مجھے بتایا کہ سرب فوجیوں نے اس کے ساتھ بڑی درندگی کا معاملہ کیا ہے ۔ اس کے بعد بچی بے ہوش ہے ۔ اور قریب المرگ ہے ۔ بچی کی ماں نے روتے ہوئے بتایا کہ سربوں نے اس کی مسلمان بستی پر حملہ کیا ۔ تمام مردوں اور بچوں کو انہوں نے ان کے رشتہ داروں کے سامنے ایک ایک کر کے قتل کر دیا ۔ اس سے فارغ ہو کر ان درندوں نے بستی کی خواتین اور بچیوں کی عصمت دری کی ۔ یہ بچی جس کی عمر صرف بارہ سال ہے ۔ پچاس سے زائد سرب فوجیوں نے ہمارے سامنے اس کی عصمت دری کی ۔ اس کے باوجود بھی ان کی تسکین نہ ہوئی تو بچی کو اپنے ساتھ لے گئے ۔ اور کئی دن کے بعد اس حالت میں واپس کیا ۔ پھر ان درندوں نے ان دونوں بچیوں کی ماؤں کی عصمت دری متعدد بار کی آخر کار ہم لوگوں نے رات کے اندھیرے میں اس گاؤں سے بھاگ جانے کا فیصلہ کر لیا ۔ حالانکہ بچیاں شدید تکلیف سے دو چار تھیں ۔ پھر بھی کسی نہ کسی طرح ان کو اٹھا کر ہم لوگ اس گاؤں سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے ۔ یہ ہولناک واقعہ سن کر میں برداشت نہ کر سکا اور رونے لگا ۔

س - اس واقعہ کو دیکھنے کے بعد آپ نے کیا محسوس کیا؟

ج - اس واقعہ نے مجھے ہلا کر رکھ دیا- بوسنیا پہنچ کر پھر میرے ضبط کا بندھ ٹوٹ گیا اور اس طرح رونے لگا جیسے میری بچی کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا ہے- میں بتا نہیں سکتا کہ میرے دل پر کیا گزری- وہ ناقابل بیان ہے- میں نے محسوس کیا کہ مجھے اب اپنی زندگی کو انسانوں کے بچانے کی خاطر یکسر تبدیل کر دینا چاہیے- اس لیے نہیں کہ یہ مسلمان ہیں- بلکہ اس لیے کہ یہ انسان ہیں- بچپن میں مجھے انسان سے محبت کرنا سکھایا گیا تھا- مسلمانوں کے ساتھ رہ کر بھی ہم نے یہی سیکھا تھا- خاص طور پر بوسنیا میں قیام کے دوران مشاہدہ ہوا - میں عیسائی ہو کر یہ بات سوچ رہا تھا کہ سرب عیسائی وحشی درندے کیسے بن گئے؟ بہرحال میں نے سربوں کے اس ہسپتال میں اس بچی کو داخل کرا دیا؟ جو خواتین سے متعلق تھا- وہاں جانے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ اس طرح عصمت دری کے کئی کیس ہیں- جن میں مبتلا خواتین اور کم سن لڑکیوں کا علاج ہو رہا ہے- اور یہ صرف ایک شب میں پیش آیا تھا-

س - کیا بوسنیا کے دوران قیام آپ کی ملاقات کسی مسلمان صحافی سے بھی ہوئی ؟

ج - ہاں متعدد مسلمان صحافی بھی رپورٹنگ کے لیے گئے ہوئے تھے- سعودی میڈیا سے متعلق صحافی سے جب میری ملاقات ہوئی تو دیر تک اسلام اور مسلمانوں سے متعلق گفتگو ہوتی رہی- آخر کار میری باتیں سن کر اس صحافی نے وہی کہا جو بیروت کی مسجد کے امام نے کہا تھا- کہ آپ مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے-؟ آپ کا دل تو مسلمان ہے- آپ اسلام قبول کر لیں گے تو اسلام سے متعلق بہت سے سوالات کا جواب خود بخود مل جائے گا- اس وقت سے مسلمان صحافی کا یہ جملہ برابر میرے ذہن میں گردش کرتا رہا-

میں نے بوسنیا میں قیام کے دوران ایک مسلمان خاندان کو امریکہ علاج کے لیے بھجوانے کا انتظام کیا تھا- اس خاندان کے سرپرست کینسر کے موذی مرض میں مبتلا تھے- ان کا ایک گردہ بالکل بیکار ہو چکا تھا- جس ہسپتال میں ہم نے اس خاندان کے سربراہ کو داخل کرایا تھا- وہاں ہمارا برابر رابطہ رہا- اس دوران میں نے قرآن شریف کا مطالعہ شروع کر

دیا۔ تاکہ بہتر طریقہ سے براہ راست اسلامی تعلیمات کو سمجھ سکوں چند ہی دنوں میں قرآن مجید میں مجھے ان سوالوں کا تسلی بخش جواب مل گیا۔ جس کے لیے میں برسوں سے پریشان تھا اور مجھے انجیل اور اس کے عالموں نے مایوس کر دیا تھا۔ میں بوسنیا سے واپس آیا تو تیسرے دن میں اس خاندان سے ملنے ہسپتال گیا تاکہ ان کے حالات معلوم کر سکوں۔ مجھے معلوم ہوا کہ مریض ہونے کے باوجود وہ جمعہ کی نماز کے لیے قریبی مسجد میں جاتے ہیں۔ اس وقت میں نے بڑے تاثر سے کہا۔ آپ کے دین اسلام میں سب کچھ ہے۔ اور یہی اصل دین ہے۔ جس پر پوری انسانیت کی نجات کا انحصار ہے۔ میں جب یہ جملہ کہہ رہا تھا۔ اس وقت میری کیفیت عجیب تھی۔ اندر سے میری شدید خواہش ہو رہی تھی کہ اپنے اسلام کا اعلان کر دوں اور اسی وقت جاکر نماز پڑھنے لگوں

س - آپ اسلام کیسے لائے ؟

ج - میں جب گھر واپس آیا تو دوسرے دن اس بوسنی مسلمان کے انتقال کی خبر افسوسناک اطلاع ملی۔ میں تیزی سے وہاں پہنچا تو دیکھا کہ ہم سے پہلے اس شہر میں موجود مسلمانوں کی بڑی تعداد تجہیز و تکفین کے لیے وہاں پہنچ چکی ہے۔ یہ وہ مسلمان تھے جو ہندوستان، پاکستان، سعودی عرب، کویت اور دیگر اسلامی ملکوں سے تعلق رکھتے تھے۔ جیسے ان کے فرد خاندان اور بزرگ ہوں۔ ہر فرد اس خاندان کے ساتھ دل جوئی اور تسکین دلاسہ کا فرض انجام دے رہا ہے اور ہر شخص متاثر اور غمگین تھا۔ جو میرے لئے نئی بات تھی جب میرے مرحوم بوسنی دوست عثمان کے جسم کو غسل دیا جا رہا تھا۔ میں نے عین اس وقت کلمہ شہادت پڑھ کر اپنے اسلام کا اعلان کر دیا۔ اسی لمحے میری زندگی یکسر بدل گئی تھی ۔ جو اسلام نے بدلی تھی۔ اسلام قبول کرنے کے بعد بوسنیا ہی نہیں میرے اندر دنیا بھر کے مسلمانوں کی مدد کا بے پناہ جذبہ پیدا ہو گیا۔ اس لئے سب میرے بھائی ہیں۔ اور اسلامی اخوت عالمگیر ہے

(بشکریہ المنبر)

خودی کا سر نہاں لا الہ الا اللہ

ایم محمد اکرم فیصل آباد

اس سے پیشتر کہ میں خودی کا سر نہاں بیان کروں۔ میں یہ وضاحت کر دوں کہ خودی کیا ہے۔ اور خودی کا مفہوم کیا لیا جاتا ہے۔

قارئین گرامی علامہ اقبال سے پیشتر خودی کا مفہوم نخوت و غرور اور تکبر لیا جاتا تھا۔ اسی لئے صوفیائے کرام نفی خودی کے قائل تھے۔ کیونکہ جب تک انسان کے دل سے غرور اور تکبر ختم نہ ہو جائے اس وقت تک معرفت الٰہیہ اور عرفان حاصل نہیں ہو سکتا۔ مگر علامہ اقبال نے خودی کا مفہوم ہی بدل کے رکھ دیا۔ اب غرور و تکبر کی بجائے خودی کا مطلب خود اپنی شناخت اور خود کا شعور ہے۔

یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ اقبال کا نظریہ خودی عظمت آدم کی شناخت کا دوسرا نام۔ یہ قرآن حکیم کی اس تعلیم پر مبنی ہے کہ انسان ہی خلاصہ کائنات ہے۔ اور کائنات اسی کے لئے خلق کی گئی ہے۔

قارئین گرامی خودی کے مفہوم میں ابھی تک وہی غلط فہمی پائی جاتی ہے۔ جس کے تحت ہمارا نوجوان طبقہ علامہ اقبال کے نظریہ خودی کو خود پرستی اور غرور و تکبر کے ہم معنی سمجھتا ہے۔ حالانکہ ایسا ہر گز نہیں ہے۔ خودی تو عزت نفس اور سیلف ریسپکٹ (RESPECT SELF) کے ہم معنی ہے۔ مگر میں ذرا اس کی بھی وضاحت کر دوں کہ سیلف ریسپکٹ کے یہ معنی ہر گز نہیں کہ ہم اپنے سماجی رویے میں ایسے مغرور سے رہیں۔ کہ ہمارے انداز نظر اور انداز عمل سے ایک احساس برتری نمایاں ہو۔ بلکہ سیلف ریسپکٹ (SELFRESPECT) کا مطلب تو یہ ہے کہ ہم اخلاقی طور پر اپنے آپ کو اس قدر بلند لے جائیں کہ اگر ہم کبھی چھپ چھپا کر بھی کوئی برائی کرنے لگیں تو ہمیں اپنے آپ سے شرم آئے۔ اور خود اپنے آپ پر ملامت کریں۔

برادران حلقہ ! اقبال کی خودی کیا ہے۔ اس پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ خودی دراصل فارسی زبان کا لفظ ہے۔ جس کے معنی علامہ کے نزدیک خود کا شعور ہے۔ نہ کہ احساس برتری علامہ اقبال نے خود مختلف موقعوں پر اس کے مختلف معنی بیان کئے ہیں۔ مثلاً" خودی خود حیات کا دوسرا نام ہے۔ خودی عشق کے مترادف ہے۔ خودی ذوق تسخیر ہے۔ خودی سے مراد خود آگاہی ہے۔ خودی عبارت ہے ذوق استیلا سے۔ خودی ذوق طلب ہے۔

خودی ایمان کے مترادف ہے۔ خودی سرچشمہ جدت و ندوت ہے۔ خودی یقین کی گہرائی ہے۔ خودی سوز حیات کا منبع اور ذوق تخلیق کا ماخذ ہے اور آخر میں لفظ خودی کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ محض احساس نفس اور تعین ذات ہے۔

قارئین گرامی القدر! علامہ اقبال کے نظریے کے مطابق خودی کے یہ معنی ہوئے کہ انسان اپنی صلاحیت کو پہچانے اپنی استعداد کا اندازہ لگائے اپنی قوتوں کو جگائے اور پھر ان کو عمل میں ڈھالے۔ عمل ہی کو اپنا مقصود زندگی بنائے اور جب خودی اعزاز تکمیل حاصل کر لے تو مومن دیکھ لیتا ہے۔ کہ ساری دنیا اس کے تابع ہے۔ علامہ اقبال ایک جگہ فرماتے ہیں۔

یہ پیام دے گئی مجھے باد صبح گاہی
کہ خودی کے عارفوں کا ہے مقام پادشاہی
تیری زندگی اسی سے تیری آبرو اسی سے
جو رہی خودی تو شاہی نہ رہی تو روسیاہی

معزز قارئین اب آپ ذرا خودی کے سرنہاں لا الہ الہ اللہ کی طرف آئیں۔
یہ چھوٹا سا کلمہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ لا الہ اور الہ اللہ لا الہ کہہ کر ہم دنیا کے تمام خداؤں پر خط تنسیخ پھیر دیتے ہیں اور اس سے دنیا کے ہر قسم کے معبودوں سے انکار ہو جاتا ہے۔ گویا کہ دنیا کے خلاف ہم نے بھی اعلان جنگ کر دیا اور ہم نے تمام دنیا سے ٹکرانے کے لئے اپنے آپ کو پیش کر دیا۔

در جہاں آغاز کار حرف لاست
ایں نخستیں منزل مرد خدا ست

لا کہنے کے بعد اس کے ساتھ ہی الہ اللہ بھی کہہ دیا۔ یعنی اعلان کر دیا کہ صرف ایک ہی معبود ہے اور وہ اللہ ہے۔ یہی نقطہ توحید ہے اور یہی ہمارا محور و مرکز ہے۔ یہی خودی کا منبع ہے۔ اور اسی سے خودی تعمیر ہوتی ہے۔ چنانچہ علامہ فرماتے ہیں۔

زندگی شرح مقامات خودی ست

لا و الا از مقامات خودی ست

لا الہ کہہ کر ہم نے دنیا میں ایک طوفان پیدا کر دیا تھا پھر اس میں سکون پیدا کرنے کے لئے اس کا رخ الا اللہ کی طرف موڑ دیا تاکہ نفی کی جو بات ہم نے کہی تھی اسے اثبات مل جائے مقام تکمیل تک پہنچ جائے۔

تا نہ رمز لا الہ آئید بدست

بند غیر اللہ را نتوان شکست

لا و الہ احتساب کائنات

لا و الہ فتح باب کائنات

قارئین گرامی دنیا والوں کو لا الہ کا سبق دینا کوئی آسان کام نہیں علامہ مرحوم خود فرماتے ہیں

چوں میگوئم مسلمانم بلرزم

کہ دانم مشکلات لا الہ را

یہ کلمہ کہنے کے ساتھ آدمی زمانے کے ساتھ جس کش مکش میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ زمانے کے ساتھ اس نبرد آزمائی سے اس کی خودی صیقل ہو جاتی ہے اور اسے جلا ملتی ہے۔ خودی تربیت پاتی ہے۔ خودی مستحکم ہوتی ہے۔ اور پھر لا الہ کہنے کے بعد مرد مومن کو جن مشکلات اور مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ وہ ان مشکلات و مصائب کا مستقل مزاجی اور جواں مردی سے مردانہ وار مقابلہ کرتا ہوا۔ اپنی زندگی کے سفر کو جاری رکھتا ہے تو اس کی خودی اس کو رشا بلند لے جاتی ہے اور اس کو اپنی منزل آسمانوں میں نظر آتی ہے اور وہ ایک ملکوتی شخصیت بن جاتا ہے اور یہی وہ خودی کی منزل ہے کہ جہاں خدا بندے سے خود پوچھتا ہے کہ بتا تیری رضا

کیا ہے۔

یہ اس طرح ہے کہ جب خودی کی تلوار الااللہ کی سان پر چڑھتی ہے۔ تو اس میں تیزی پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ خوبی پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ پھر وہ دیکھتا ہے کہ سارا جہان اس کے تابع ہے۔

هر که اندر دست او شمشیر لاست
جمله موجودات را فرمانروا ست
قوت سلطان و میر از لااله
هیبت مرد فقیر از لا اله

برادران اہل ایمان! اقبال کے نزدیک سچا عشق خدا کی ذات سے ہی کیا جا سکتا ہے۔ یہاں بھی وہ خودی کی تکمیل کے لئے عشق حقیقی کا درس دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خودی کی تخلیق ہی اس طور پر کی ہے۔ کہ وہ عشق سے استحکام حاصل کرتی ہے یہی وجہ ہے کہ خودی عشق سے طاقت و قوت پکڑتی ہے۔ اور عشق کا ماحاصل لاالہ الااللہ ہے۔ خودی جب عشق و محبت کی بدولت مستحکم ہو جاتی تو اس میں کائنات کو تسخیر کرنے کی طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اس کی لامحدود قوتیں آشکارا ہو جاتی ہیں اور وہ زمان و مکان کی قید سے آزاد ہو کر تمام کائنات پر حکمران ہو جاتی ہے۔ اس طرح خودی اگر صحیح معنوں میں استحکام حاصل کر لے۔ تو واقعی انسان میں عبدیت کا وہ جوہر پیدا کر سکتی ہے جسے موت بھی نہیں چھو سکتی۔ لیکن اس استحکام کے لئے جن منازل سے گزرنا پڑتا ہے وہ یہی لاالہ الااللہ کی وادی ہے صرف وہی لوگ ان منازل کو طے کر سکتے ہیں۔ جو نفس امارہ پر قابو رکھنا جانتے ہیں۔ جو خلوص و صداقت اور حق گوئی و بے باکی کے پیکر ہوں اور جن کی شان اکل حلال اور صدق مقال سے عیاں ہوتی ہو۔ عشق الٰہی میں جذب اور اتباع محمدی ﷺ میں غرق ہوں۔ المختصر وہ لاالہ الااللہ کی عملی تصویر ہوں تو ان کی خودی میں وہ قوتیں پیدا ہو جاتی ہوں جو اس فانی دنیا اور مادی اجسام انسانی تک محدود نہیں رہتیں بلکہ بعد از مرگ بھی ان کا عمل جاری رہتا ہے۔

سید احمد کبیر رفاعیؒ

ایم محمد اکرم فیصل آباد

آپ ایک صاحب کرامت بزرگ تھے۔ آپ کی مشہور کرامت روضہ اقدس پر کھڑے ہو کر حضور ﷺ سے بالمشافہ مصافحہ کرنا ہے۔

سید احمد کبیر رفاعی شیوخ میں بلند پایہ مقام کے بزرگ گزرے ہیں۔ برصغیر کے لوگ آپ کے حالات سے بہت کم واقف ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب شہید کربلا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ آپ عراق کے شہر واسطہ اور بصرہ کے درمیان ایک بڑا قصبہ "ام عبیدہ" کے نام سے ہے۔ وہاں رفاعیہ خاندانؒ کے لوگ آباد ہیں یہی بستی آپ کی جائے پیدائش اور جائے مدفن ہے۔

بچپن ہی سے آپ کے طور طریقے اور انداز دوسرے بچوں سے جداگانہ تھے۔ شیر خوارگی کے زمانہ میں رمضان کے مہینے میں آپ سارا دن دودھ نہ پیتے اور افطاری کے بعد ماں کی چھاتی کو منہ لگاتے اور دودھ پیتے۔ جب ذرا بڑے ہوئے تو عام بچوں کی طرح کھیل کود نہ کرتے۔ بلکہ چھوٹی عمر میں ہی قرآن حفظ کر لیا۔

آپ کی پیدائش سے قبل آپ کے ماموں شیخ حضرت بازاشہب منصور کو اللہ تعالیٰ نے آپ کی پیدائش کی بشارت سنادی تھی۔ پیدائش سے چالیس دن قبل ایک رات شیخ منصور نے رسول کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ اے منصور! چالیس دن کے بعد تیری بہن کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہو گا۔ اس کا نام احمد رکھنا۔ اولیائے کرام میں وہ ایسا ہی سردار ہو گا۔ جس طرح میں انبیاء کا سردار ہوں۔ چنانچہ پورے چالیس دن بعد آپ کی پیدائش ہوئی ابتدائی سات سال والدین کے زیر تربیت گزرے۔ والد ماجد کی وفات کے بعد اپنے ماموں (شیخ منصور جو وقت کے بہت بڑے شیخ تھے) کے زیر سایہ تربیت پانے لگے بچپن ہی سے صلاحیت و سعادی مندی اور زہد و اتقاء کے آثار پائے جاتے تھے بقول شیخ سعدی۔

بالائے سرش زہوش مندی

ابھی آپ کی عمر بیس سال کو ہی پہنچی تھی کہ آپ نے تمام علوم دینیہ حدیث شریف، تفسیر، فقہ، معانی، منطق، فلسفہ وغیرہ کی تکمیل کر لی اور استاد محترم کی طرف سے آپ کو حدیث شریف اور دیگر علوم کی سند اور اجازت عطا ہو گئی۔ اس کے بعد آپ نے اپنے ماموں شیخ منصور سے علوم باطنیہ کی تحصیل شروع کر دی۔

الطاف خداوندی اور طبعی مناسبت کی وجہ سے علوم باطنیہ میں جلد کمال حاصل کر لیا۔ اور علوم ظاہری میں آپکی خداداد قابلیت اور ذکاوت کی وجہ سے آپ کا شہرہ ہونے لگا۔ اور بڑے علماء اور فضلا آپ کے درس سے استفادہ کرنے لگے۔ ادھر جب آپ نے نصاب طریقت وسلوک معرفت کے مدارج عالیہ طے کر لئے تو آپ کے زہد و اتقاء اور پارسائی کا خاص و عام میں شہرہ ہو گیا۔ چنانچہ آپ کے ماموں صاحب نے آپ کے خرقہ سجادگی پہنا کر خانقاہ ابو عبیدہ میں بلایا تاکہ خانقاہ کا انتظام سنبھالیں اور وہاں رہ کر لوگوں کو ہدایت و رہنمائی کریں۔ پھر تو آپ سے استفادہ کے لیے خلق ٹوٹ پڑی۔ خانقاہ ابو عبیدہ میں سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں علماء، فقرا، تحصیل علم اور تزکیہ باطن کے واسطے رہنے لگے۔ سب کے کھانے پینے کا انتظام بھی آپ کی طرف سے ہوتا۔ بعض ثقہ اور مستند علماء بیان کرتے ہیں کہ بعض ایام میں ہم نے دیکھا کہ دس ہزار آدمیوں کا مجمع خانقاہ میں تھا اور سب کی مہمانی آپ کے لنگر سے ہوتی تھی۔

آپ اپنے ماموں شیخ منصور بطائحی سے عرفان وسلوک سے مدارج عالیہ طے کر کے عارف کامل بن چکے تھے اور ماموں کی وفات سے ایک سال قبل ماموں کی جانب سے خلافت عطا ہو چکی تھی۔ اور خانقاہ ام عبیدہ میں آپ کو اپنا جانشین بنا دیا گیا تھا۔ شیخ منصور کی وفات کے وقت آپ کی عمر صرف 28 برس کی تھی کہ آپ کے فضل و کمال اور اتقاء ریاضت کا اسقدر شہرہ ہوا کہ لوگ دور دور سے رشد و ہدایت کی تلاش میں آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔

علامہ شیخ ابن مہذب اپنی کتاب "عجائب واسطہ" میں رقمطراز ہیں کہ آپ کی عمر میں آپ کے خلفا کی تعداد اسی ہزار ایک سو تھی مریدین اور معتقدین کا تو کوئی شمار نہ تھا۔

آپ کی تصانیف میں مجالس احمدیہ، کتاب الحکم، آثار منافعہ، الحکم الساطعہ، برہان المؤید مشہور ہیں۔

آپ عالمانہ نصائح اور صوفیانہ حقائق اور معارف کا ایک بیش قیمت خزانہ تھے۔
حقیقت یہ ہے کہ تقرب الٰہی میں آپ کو وہ مرتبہ عطا کیا گیا تھا۔ جو کسی دوسرے ولی کو میسر نہ آیا ہو گا۔ آپ علم شریعت اور طریقت کے جامع تھے آپ سے بہت سی عجیب باتیں بطور کرامت صادر ہوئیں۔ سب سے زیادہ نادر اور مشہور کرامت آپ کی یہ ہے کہ جب آپ 555ھ میں زیارت بیت اللہ شریف کو تشریف لے گئے۔ تو حضور اکرم ﷺ کے روضہ اقدس کی زیارت کے لئے بھی حاضر ہوئے (یہ بات یاد رہے کہ آپ حضور ﷺ کے خاندان سے تھے) گنبد خضرا کے پاس جا کر آپ نے باواز بلند کہا "السلام علیکم یا جدی. فوراً" روزہ اطہر سے ندا آئی و علیکم السلام یا ولدی" اس آواز کو سن کر آپ پر وجد طاری ہو گیا ہزاروں دوسرے حاضرین نے بھی یہ آواز سنی۔ تھوڑی دیر بعد آپ نے حالت گریہ میں دو شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔
"دوری کی حالت میں تو اپنی روح کو روضہ اطہر پر بھیجا تھا کہ میری طرف سے آپکے آستانہ بوسی کا شرف حاصل کر لے۔ اب جب کہ میں خود یہاں حاضر ہوں تو آپ ﷺ اپنا مبارک ہاتھ دیجئے تا کہ اسے بوسہ دے کر عزت حاصل کروں" اسی وقت قبر مبارک سے آپ کا چمکدار دست مبارک نکلا اور آپ نے اس کو بوسہ دیا۔ اس وقت روضہ اقدس پر موجود ہزاروں کی تعداد نے یہ منظر دیکھا اور حضور ﷺ کے دست اقدس کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ انہی لوگوں میں محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ عبد القادر جیلانی 'نور اللہ مرقدہ اور شیخ عدن بن مسافر اور شیخ عبد الرزاق حسینی واسطی جیسے جلیل القدر بزرگ بھی تھے۔ اس کے علاوہ بھی آپ سے بہت سی عجیب عجیب کرامتیں ظہور میں آئیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس کے بعد کسی مزید ذکر کی حاجت نہیں آپ نے 66 سال کی عمر میں 578ھ میں وفات پائی۔ لوگ دور دور سے آپ کی آخری زیارت اور نماز جنازہ کے لیے جمع ہونے لگے۔ نماز جنازہ کے وقت 9 لاکھ مردوں اور عورتوں کا اجتماع تھا۔ آپ کو خانقاہ ام عبیدہ میں ہی دفن کیا گیا جو آج بھی مرجع خلائق ہے۔

(استفادہ از بیان المشید)

حیات ارضی کی اہمیت ○

قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور اس کے اندر اپنی روح کا فیض نفخ فرما کر اسے تمام مخلوقات سے منفرد اعزاز عطا فرمایا۔ اس سے انسان نے تمام علوم سیکھنے ، روحانی اور مادی عوالم کو تسخیر کرنے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت ، قرب اور دیدار حاصل کرنے کی صلاحیت پیدا ہو گئی اس کا ذکر قرآن حکیم کی سورۃ البقرۃ کی آیت 31 میں کرتے ہوئے فرمایا و علم ادم الاسماء کلھا۔ یہ بات تو ہمارے علم میں ہے کہ چیزوں کے نام ان کی ظاہری ہیت ، باطنی صلاحیت اور کارکردگی کی مناسبت ہی سے رکھے جاتے ہیں ۔ مثلاً" چھوٹی چیزوں کو دیکھنے والی خوردبین ، بارش ناپنے والے آلے کو مقیاس المطر ، دو پہیوں والی سواری کو بائی سائیکل ، تین پہیوں والی کو ٹرائی سائیکل اور ہوا میں اڑنے والی چیز کو ہوائی جہاز کا نام دیا جاتا ہے ۔ علی ھذا القیاس نام کسی مناسبت سے رکھے جاتے ہیں اور یہ کام کوئی عالم فاضل اور واقف کار ہی کر سکتا ہے قرآن کریم کے مطالعہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نفخ روح اور علم الاسماء کا ارتقا ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں اللہ تعالے کی عطا کی ہوئی یہ خصوصی صلاحیت انسان کے اندر اس طرح پوشیدہ تھی جس طرح ایک ننھے سے بیج کے اندر ایک تناور درخت بننے کی صلاحیت چھپی ہوئی ہوتی ہے اس بیج کے اندر درخت کے پتوں اور ٹہنیوں کی شکل و شباہت ، پھولوں کا رنگ اور خوشبو ، پھل کا رنگ اور ذائقہ ، درخت کی اونچائی موٹائی اور پھیلاؤ الغرض ہر پہلو سے اس کا مکمل خلاصہ اور پورا خاکہ سمویا ہوا اور سویا ہوا موجود ہوتا ہے اس پوشیدہ نقشے اور خوابیدہ صلاحیت کے اظہار کے لئے از بس ضروری ہوتا ہے کہ بیج کو خاص موسم اور مناسب مٹی میں بو کر اس کی آبیاری کی جائے پھر اس سے پیدا ہونے والے پودے کی مختلف بیماریوں ، مخالف موسمی اثرات اور نقصان دہ حیوانات سے حفاظت کی جائے تا کہ بیج کے اندر جو جوہر چھپا ہوا تھا وہ بتدریج ایک مکمل درخت کی صورت اختیار کر کے بار آور ہو جائے ۔ اسی طرح اللہ کی عطا کی ہوئی جو صلاحیتیں انسانی روح کے اندر چھپی ہوئی ہیں ان کا اظہار بھی اس عالم خاک میں آئے بغیر ہرگز نہیں ہو سکتا حیات ارضی انسانی روح کے امکانات کو حقیقت کا روپ دھارنے میں مدد دیتی ہے حکیم الامت یعنی علامہ اقبالؒ نے دنیا کی زندگی کو صدف یعنی سیپی کی مانند قرار دیا ہے ایک خاص موسم جس میں وہ خصوصی بارش جسے ابر نسیاں کہتے ہیں برستی ہے تو سطح سمندر پر تیرتی ہوئی کھلے منہ والی سیپیوں میں اس کے قطرے داخل ہو جاتے ہیں ۔ جونہی کسی سیپی میں قطرہ نسیاں

داخل ہوتا ہے اس کا منہ بند ہو جاتا ہے اور وہ سمندر کی تہہ میں بیٹھ جاتی ہے وہاں کچھ عرصہ گزرنے کے بعد وہ پانی کا قطرہ چمکتے دمکتے موتی کی صورت اختیار کرلیتا ہے اسی طرح انسانی روح قطرہ نسیاں کی طرح عالم روحانی سے عالم مادی میں نزول کرتی ہے اور ایک خاص مدت یعنی مقررہ عرصہ حیات کے لئے صدف ارضی میں بند کردی جاتی ہے۔ جس طرح قطرہ آب صدف کے قید خانہ میں رہ کر آبدار موتی بنتا ہے اور قدر و قیمت پاتا ہے اسی طرح انسانی روح اللہ تعالیٰ کے حضور اسی صورت میں انعام و اکرام کی مستحق ٹھہر سکتی ہے جب وہ اس قید حیات کے دوران اپنے مالک کے دئے ہوئے آئین کی پابند رہ کر اپنے جوہر کو کمال تک پہنچائے اور اس کی رضا اور خوشنودی حاصل کرے

اللہ تعالیٰ نے انسان کو خلافت ارضی کے منصب کے شایان شان مطلوبہ اہلیت عطا فرما دی تھی انسان کی تخلیق سے پہلے کائنات اپنے تمام تر حسن اور رنگینیوں کے ساتھ موجود تھی لیکن کوئی ایسی ہستی موجود نہ تھی جو اس سے لطف اندوز ہو کر جو اس سے لطف اندوز ہو کر اس کے بنانے والی کی حمد و ثنا کرتی کوئی اہل دل اور صاحب نظر موجود نہ تھا کہ کائنات کا حسن اس کے حساس دل کو مہمیز لگا کر محبت کی شاہراہ پر تیز گام کر سکتا اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس تربیت گاہ میں بھیجا اور یہ حقیقت واضح الفاظ میں گوش گذار کردی کہ جہاں ہے تیرے لئے تو نہیں جہاں کے لئے اس زمین اور عرش بریں کے درمیان جو کچھ بھی ہے سب تمھاری خدمت . سہولت تربیت کے لئے بنایا گیا ہے۔ خلافت ارضی کے منصب کا یہ تقاضہ ہے کہ انسان ہر چیز کے بارے میں مکمل آگاہی حاصل کر کے فطرت کی طاقتوں پر حکمرانی کرے۔ اسے عقل, نفس, حواس خمسہ ., متوازن جسم اور مناسب اعضا کے خادموں کا ذاتی دستہ بھی مہیا کیا گیا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو اپنا راہنما بنا کر ان سے صحیح کام لے کر اپنی خودی کی تعمیر اور شخصیت کی تکمیل کر سکے انسان کا وہ مرکزی جوہر جو اس کے قوائے باطنی اور حواس ظاہری کو استعمال کر کے فطرت کی پوشیدہ طاقتوں کرنے کی صلاحیت سے مشرف ہے اسے علامہ اقبال خودی کا نام دیتے ہیں اس کی لاہوتی پرواز اور طاقت کا دارومدار اللہ تعالیٰ کی محبت اور کلمہ لاالہ الہ اللہ پر ہے یہ باطل خداؤں کو کاٹ کر رکھ دینے والی ایسی تلوار ہے جس کی دھار کو آب کلمہ طیبہ سے ملتی ہے اس جوہر کی حقیقت مادی نہیں بلکہ یہ اللہ تعالے کے امر سے ہے اسی لئے اس کے امکانات محدود ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو چیزوں کے نام سکھادئے تھے اس لئے اس نے اپنی اہلیت کو بروئے کار لاتے ہوئے دنیا کی ہر چیز کو مناسب نام دیا ذرا چشم تصور سے تخلیق آدم سے پہلے کا منظر دیکھیے۔ زمین کا میدان اور آسمان کا سائبان ان گنت اور انواع و اقسام کی مخلوقات سے سجا کھڑا تھا لیکن ہر چیز

اپنی شناخت سے محروم اور بے نام تھی کسی جاندار اور بے جان شے کو نہ ہی خود اپنا نام معلوم تھا نہ کوئی دوسرا انہیں ان کے نام سے پکارنے والا موجود تھا۔ حضرت انسان اسماء کا علم لے کر آئے تو آتے ہی کروڑوں بلکہ اربوں چیزوں کے نام رکھے گویا ہر شے کو اس کا تشخص انسان کے توسط سے ملا یہ کام برابر جاری ہے کیونکہ انسان اپنے علم و تجربہ میں مسلسل اضافہ کرتا چلا جا رہا ہے ہر شے کی حقیقت اور کنہ معلوم کرنے کی دھن اسے چین سے بیٹھنے نہیں دیتی اور وہ نسل در نسل متواتر کوشش کرتا ہوا خوب سے خوب تر کی تلاش میں نئی نئی ایجادات کرتا اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے اسی میں انسان کی روح کی ترقی اور اللہ کی معرفت کے حصول کا راز پوشیدہ ہے کہ وہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لا کر اس مقدس فرض کی تکمیل کے لئے جدوجہد میں مصروف رہے اس کے بغیر نہ وہ اپنی تخلیق کا مقصد پورا کر سکتا ہے۔ اس لئے ہر مومن کے لئے از حد ضروری ہے کہ اس کار گاہ حیات میں کسی نہ کسی میدان میں کوئی تخلیقی کارنامہ انجام دے کر اس مقدس مشن میں انسانیت کا ہاتھ بٹائے۔ ورنہ وہ اللہ کی عطا کردہ صلاحیتوں کو استعمال نہ کرنے کا مجرم پائے گا اور قیامت کے روز اپنے حواس و قوی کو استعمال نہ کرنے کے بارے میں پرسش کی جائے گی

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے. کہ وہ مومن خسارے میں ہے جس کے دو دن یکساں حالت میں گذریں مومن کی تو ہر آن نئی شان ہونی چاہیے اللہ کے عشق کی یہ کفیت حاصل ہو سکتی ہے اگر مومن اٹھتے بیٹھتے. چلتے پھرتے اور جاگتے سوتے میں ہر وقت اللہ کو یاد رکھے انسان سے فرشتوں. حیوانات. نباتات اور جرام فلکی جیسی اطاعت مطلوب نہیں ہے اسے تو اللہ تعالیٰ نے پیدا ہی اس لئے کیا کہ یہ اللہ کو اپنا معبود اور محبوب تسلیم کر لے اور اسے اپنی محبت کا مرکز بنا کر صرف اس کا بندہ بن کر رہ جائے انسان سے جس عبادت کی توقع کی جاتی ہے وہ معرفت اور محبت سے بھرپور والہانہ اطاعت کا نام ہے یہ بات کسی بھی دوسری مخلوق میں دکھائی نہیں دیتی اگرچہ کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ کی تسبیح بیان کرتا اور اس کے احکام کا اس طرح پابند ہے کہ اس کی اطاعت سے سرمو انحراف نہیں کر سکتا لیکن انسان کے علاوہ تمام مخلوقات جمالیاتی حس سے محروم اور جذبہ عشق و محبت سے خالی ہیں ان کی اطاعت ان غلاموں کی سی ہے جن کی آنکھیں اپنی آقا کے حسن جہاں آرا کو دیکھ ہی نہیں سکتیں۔ ان کے پہلو میں وہ دل ہی نہیں ہیں جو محبوب حقیقی کے جمال پر نچھاور ہو سکیں۔ اللہ کی محبت کی دولت بے بہا اور گراں بار امانت حضرت انسان کے لیے ہی مقدر ہو چکی تھی اور حیات ارضی اس کے جذبہ عشق کی پرورش اور ذوق محبت کی تربیت کے سامان مہیا کرنے والی ایک عظیم اور وسیع تربیت گاہ ہے۔

نظریہ کراما" کاتبین اور جدید سائنسی تحقیقات

(ماجد محمود توحیدی نوکھر)

اسلام کی عمارت جن بنیادوں پر قائم ہے۔ ان میں سے ایک بنیاد فرشتوں پر ایمان لانا ہے

ملائکہ کی حقیقت کیا ہے اس میں اتنے مختلف اقوال ہیں کہ ان کا احاطہ آسان نہیں تاہم علماء اسلام کے نزدیک اس کی حقیقت یہ ہے کہ

" یہ وہ لطیف اور نورانی جسم ہیں جو مختلف شکلیں بدل سکتے ہیں " یہ محض مجرد قوتیں نہیں جو تشخص نہ رکھتی ہوں بلکہ یہ شخصیت رکھنے والی ہستیاں ہیں جن سے اللہ اپنی اس عظیم الشان سلطنت کی تدبیر و انتظام میں کام لیتا ہے۔

وجود ملائکہ کی وضاحت کے بعد اب فضا میں انسانی اقوال و اعمال کی دستاویزی فلم اور نظریہ کراما" کاتبین کا تقابلی جائزہ لیتے ہیں۔ تاکہ یہ بات واضح ہو کہ جدید تحقیقات کس طرح ملائکہ کے عقیدے کے لیے معین و موید ہے۔

فضا میں انسانی اقوال و اعمال کے بارے میں جدید تحقیق یہ ظاہر کرتی ہے کہ کائنات میں حیرت انگیز طور پر ہر شخص کا نامہ اعمال رات دن ایک لمحہ کے وقفے کے بغیر ضبط ہو رہا ہے۔ آدمی تین شکلوں میں اپنی ہستی کو ظاہر کرتا ہے۔

۱ نیت ۲ اقوال ۳ اعمال

یہ تینوں چیزیں مکمل طور پر محفوظ کی جا رہی ہیں۔ ہمارا خیال ہماری زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ اور ہماری تمام کاروائیاں کائنات کے پردہ پر اس طرح نقش ہو رہی ہیں کہ کسی بھی وقت ان کو نہایت صحت کے ساتھ دہرایا جا سکے اب انسانی ہستی کے تینوں مظاہر یعنی نیت، قول، اور عمل کے بارے میں اسلامی نقطہ نظر اور جدید تحقیقات کا جائزہ لیتے ہیں۔

1 خیالات =

خیالات کے بارے میں انسانی نقطہ نظریہ ہے کہ جو خیالات انسان کے دل میں گزرتے ہیں۔ وہ یونہی ضائع نہیں ہو جاتے بلکہ وہ اسی طرح من و عن محفوظ ہو جاتے ہیں۔ اور انہیں جاننے والی ایک ہستی جو خالق کائنات ہے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے

ترجمہ = "اور ہم نے بنایا انسان کو اور ہم جانتے ہیں جو باتیں آتی رہتی ہیں اس کے جی میں"

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا ہے۔

"اور جو کچھ تمہارے نفسوں میں ہے اسے ظاہر کرو یا چھپاؤ اللہ اس کا بھی محاسبہ کرے گا" (سوزہ بقرہ)

تجربات اور تحقیق بتاتی ہے کہ انسانی شخصیت صرف وہی نہیں جسے ہم شعور کہتے ہیں بلکہ اس کے برعکس نفس انسانی کا ایک ایسا حصہ بھی ہے جو ہمارے شعور کی سطح کے نیچے موجود رہتا ہے۔ یہ حصہ جسے تحت الشعور کا نام دیا گیا ہے ہماری شخصیت کا بہت بڑا حصہ ہے۔ یہی تحت الشعور ہے جو ہمارے تمام خیالات اور نیتوں کو محفوظ رکھتا ہے وقت کا گزرنا یا حالات کا بدلنا اس کے اندر ذرہ برابر بھی تبدیلی پیدا نہیں کرتا یہ واقعہ انسانی ارادہ کے بغیر ہوتا ہے

2 اقوال=

وجود ملائکہ کے عقیدے کے مطابق انسان جو بات بھی کرتا ہے اسے فوراً بغیر کسی تاخیر و توقیف کے اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ ریکارڈ کیپر ضبط و محفوظ کر لیتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے۔

"دو کاتب اس کے دائیں اور بائیں بیٹھے ہر چیز کو ضبط کر رہے ہیں کوئی لفظ اس کی زبان سے نہیں نکلتا جسے محفوظ کرنے والے ایک حاضر باش نگران موجود نہ ہوں"

یہ ایک حقیقت ہے کہ جب کوئی شخص بولنے کے لیے اپنی زبان کو حرکت دیتا ہے تو اس حرکت سے ہوا میں لہریں پیدا ہوتی ہیں۔ جس طرح ساکن پانی میں پتھر پھینکنے سے لہریں پیدا ہوتی ہیں۔ ان لہروں کے سلسلے میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ وہ ایک مرتبہ پیدا ہونے کے بعد مستقل طور پر فضا میں باقی رہتی ہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ کس بھی وقت انہیں دہرایا جا سکے اگرچہ سائنس ابھی اس قابل نہیں ہوئی ہے کہ ان آوازوں یا صحیح تر الفاظ میں ان لہروں کو گرفت کر سکے جو قدیم ترین زمانے سے فضا میں حرکت کر رہی ہیں۔ اور نہ ابھی تک کوئی خاص کوشش ہی ہوئی ہے تاہم نظری طور پر یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ ایسا آلہ بنایا جا سکتا ہے۔ جس سے زمانہ قدیم کی آوازیں فضا سے لے کر اسی طرح سنی جا سکیں جس طرح ہم ریڈیو سیٹ کے ذریعے ان لہروں کو فضا سے وصول کر کے سنتے ہیں۔ جو کسی براڈکاسٹنگ اسٹیشن سے بھیجی گئی ہوں۔

جو حقائق آج ہمارے سامنے آ رہے ہیں۔ ان کو دیکھ کر یہ بات یقینی معلوم ہوتی ہے کہ

جس فضا میں انسان رہتا ہے اور کام کرتا ہے اس میں ہر طرف اس کی آوازیں اس کی تصویریں اور اس کی حرکات و سکنات کے نقوش ذرے ذرے پر ثبت ہو رہے ہیں۔ اور ان میں سے ہر چیز کو بعینہ اسی شکل میں اور اسی آواز میں دوبارہ پیش کیا جا سکتا ہے۔ کہ اصل اور نقل میں ذرہ برابر بھی فرق نہ ہو انسان کا اپنا جسم اور اس کے گردوپیش کی ہر چیز ان کی ٹیپ اور فلم ہے۔ جس پر وہ ہر آواز اور ہر تصویر کو نازک ترین تفصیلات کے ساتھ جوں کا توں ثبت کر سکتے ہیں۔ اور قیامت کے روز آدمی کو اس کے اپنے کانوں سے اس کی اپنی آواز میں وہ تمام باتیں سنوا سکتے ہیں۔ جو وہ دنیا میں کرتا ہے اور اس کی اپنی آنکھوں سے اس کی اپنی کرتوتوں کو چلتی پھرتی تصویریں دکھا سکتے ہیں۔ جن کی صحت سے انکار کرنا اس کے لیے ممکن نہ رہے اس لیے دنیا میں ہر شخص کے قول و افعال کا مکمل ریکارڈ تیار کرایا جا رہا ہے۔ تاکہ اس کی کارگزاریوں کا پورا ثبوت ناقابل انکار شہادتوں سے فراہم ہو جائے
۔

3 اعمال =

انسانی اعمال کے بارے میں نظریہ کراما" کاتبین یہ ہے کہ انسان جو عمل بھی کرتا ہے اسے اللہ کے مقرر کردہ محترم و مکرم فرشتے لمحہ بہ لمحہ ریکارڈ کرتے جاتے ہیں جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے۔

"اور بے شک تم پر نگران مقرر ہیں ایسے معزز کاتب جو تمہارے ہر فعل کو جانتے ہیں"

سورت بنی اسرائیل کی آیت 13 اور 14 میں ارشاد ہوا ہے۔

"ہم نے ہر انسان کا نامہ اعمال اس کے گلے میں لٹکا رکھا ہے اور قیامت کے روز ہم اسے ایک نوشتہ کی صورت میں نکالیں گے جسے وہ کھلی کتاب کی طرح پائے گا اور اسے کہا جائے گا کہ اپنی کتاب پڑھ آج تیرا اپنا نفس ہی محاسب کافی ہے"

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھ کر پوچھا کہ جانتے ہو وہ حالات کیا ہیں لوگوں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ حالات یہ ہیں کہ زمین ہر بندے اور ہر بندی کے بارے میں اس کے عمل کی گواہی دے گی جو اس کی پیٹھ پر اس نے کیا ہو گا۔

آج علوم طبعی کے انکشافات سینما، لاؤڈ سپیکر، ریڈیو، ٹیلی ویژن، ٹیپ ریکارڈ اور الیکٹرونکس وغیرہ کی ایجادات کے اس دور میں یہ سمجھنا کچھ بھی مشکل نہیں کہ زمین اپنے حالات کیسے بیان کرے گی۔ انسان اپنی زبان سے جو کچھ بولتا ہے اس کے نقوش ہوا میں ریڈیائی لہروں میں

گھروں کی دیواروں اور ان کے فرش اور چھت کے ذرے ذرے میں اور کسی سڑک میدان یا کھیت میں آدمی نے بات کی ہو تو ان سب کے ذرات میں ثبت ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس وقت چاہیں ان ساری آوازوں کو ٹھیک اسی طرح دہروا سکتا ہے۔ جس طرح وہ کبھی انسان کے منہ سے نکلی تھیں۔ پھر انسان نے زمین پر جہاں جس حالت میں بھی کوئی کام کیا ہے۔ اس کی ایک ایک حرکت کا عکس اس کے گردوپیش کی تمام چیزوں پر پڑتا ہے۔ اور اسی کی تصویر اس پر نقش ہو چکی ہے بالکل گھپ اندھیرے میں بھی کوئی اس نے فعل کیا ہو تو خدا کی خدائی میں ایسی شعائیں موجود ہیں جن کے لیے اندھیرا اور اجالا کوئی معنی نہیں رکھتا ساری تصویریں قیامت کے دن ایک متحرک فلم کی طرح انسان کے سامنے آجائیں گی اور یہ دیکھادے گی کہ وہ زندگی بھر کس وقت کہاں کہاں کیا کچھ کرتا رہا ہے۔

جدید تحقیقات سے ثابت ہو چکا ہے کہ ہر چیز خواہ وہ اندھیرے میں ہو یا اجالے میں ٹھہری ہوئی ہو یا حرکت میں اپنے اندر سے مسلسل حرارت خارج کرتی رہتی ہے یہ حرارت چیزوں کے اشکال کے اعتبار سے اسی طرح نکلتی ہیں کہ وہ اس چیز کا عکس معلوم ہوتی ہیں جس طرح آواز کی لہریں اس مخصوص تھرتھراہٹ کا عکس ہوتی ہیں جو کسی زبان پر جاری ہوئی تھیں۔

چنانچہ ایسے کیمرے ایجاد کیے جا چکے ہیں جو کسی چیز سے نکلی ہوئی حرارتی لہروں کو اخذ کر کے اس کی اس مخصوص حالت کا فوٹو تیار کر دیتے ہیں۔

یہ حیرت انگیز دریافت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح فلم سٹوڈیو میں نہایت تیز رفتار کمرے اداکاروں کی تمام حرکات و سکنات کی تصویر لیتے رہتے ہیں۔ اندھیرے میں یا اجالے میں جہاں جس حال میں ہوں ہر وقت آپ کا تمام عمل کائنات کے پردہ پر نقش ہو رہا ہے اور قیامت کے دن آپ کو پوری زندگی کی فلم دکھادی جائے گی۔ قرآن کریم میں سورہ زلزال میں آتا ہے کہ " اس دن جس نے ذرہ برابر بھی نیکی کی ہوگی اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر بھی برائی کی ہوگی اس کو دیکھ لے گا"

بہرحال جدید تحقیقات سے یہی ثابت ہو رہا ہے کہ دنیا میں ہر انسان کا مکمل اعمال نامہ تیار کیا جا رہا ہے اور فضا میں انسانی اقوال و اعمال کے بارے میں دستاویزی فلم بنانے کی سوچ وجود ملائکہ کے عقیدہ کے ہرگز منافی نہیں بلکہ اس نظریہ کی معاون ہے۔

شکریہ ("کاروان مجلّہ" اسلامیہ کالج گوجرانوالہ)

کلمہ طیبہ کے فضائل

ڈاکٹر محمد عرفان مغل گکھڑ

کلمہ طیبہ جس کو کلمہ توحید بھی کہا جاتا ہے جس کثرت سے قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں ذکر کیا گیا ہے شاید ہی اس کثرت سے کوئی دوسری چیز ذکر کی گئی ہو اور جب کہ اصل مقصود تمام شرائع اور تمام انبیاء کی بعثت سے توحید ہی ہے تو پھر جتنی کثرت سے اس کا بیان ہو وہ قرین قیاس ہے قرآن پاک میں مختلف عنوانات اور مختلف ناموں سے اس پاک کلمہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ کلمہ طیبہ قول ثابت، کلمہ تقوی

مقالیدالسموت والارض

(آسمانوں اور زمینوں کی کنجیاں) وغیرہ الفاظ سے ذکر کیا گیا ہے امام غزالی نے احیاالعلوم میں نقل کیا ہے یہ کلمہ توحید ہے، کلمہ اخلاص ہے، کلمہ تقویٰ ہے، کلمہ طیبہ ہے، عروہ الوثقی ہے، دعوۃ الحق ہے، ثمن الجنتہ ہے۔ کلمہ طیبہ کے بارے میں قرآن مجید میں دو طرح کی آیات ملتی ہیں۔ ایک وہ آیات ہیں جن میں کلمہ طیبہ کا لفظ نہیں لکھا گیا مگر ان سے مراد کلمہ طیبہ ہے۔ دوسری آیات وہ ہیں جن میں کلمہ طیبہ پورا یعنی لا الہ الا اللہ تمام کا تمام ذکر کیا گیا ہے یا کسی معمولی تفسیر کے ساتھ لکھا گیا ہے۔

ہم سب سے پہلے ان قرآنی آیات کا ذکر کرتے ہیں جن میں کلمہ طیبہ کے الفاظ نہیں لکھے گئے مگر ان سے مراد کلمہ طیبہ ہے۔

(1) سورۃ ابراھیم رکوع نمبر 4 میں ہے۔ (ترجمہ)

"کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیسی اچھی مثال بیان فرمائی ہے کلمہ طیبہ کی کہ وہ مشابہ ہے ایک عمدہ پاکیزہ درخت کے جس کی جڑ زمین کے اندر گڑی ہوئی ہو اور اس کی شاخیں اوپر آسمان کی طرف جا رہی ہوں اور وہ درخت اللہ کے حکم سے ہر فصل میں پھل دیتا ہو (یعنی خوب پھیلتا ہے) اور اللہ تعالیٰ مثالیں اس لیے بیان فرماتے ہیں تاکہ لوگ خوب سمجھ لیں اور خبیث کلمہ (یعنی کلمہ کفر) کی مثال ہے جیسے ایک خراب درخت ہو کہ وہ

زمین کے اوپر ہی اوپر سے اکھاڑ لیا جائے اور اس کو زمین میں کچھ ثبات نہ ہو"

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کلمہ طیبہ سے کلمہ شہادت مراد ہے جس کی جڑ مومن کے قلب میں ہے۔ اور اس کی شاخیں آسمان میں کہ اس کی وجہ سے مومن کے اعمال آسمان تک جاتے ہیں۔ اور کلمہ خبیثہ شرک ہے کہ اس کے ساتھ کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔

ایک دوسری حدیث میں ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ہر وقت پھل دینے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کو دن رات ہر وقت یاد کرتا ہو حضرت قتادہ تابعی نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ سے کسی نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ یہ مالدار لوگ (صدقات کی بدولت) سارا ثواب اڑا لے گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا بھلا بتا تو سہی کہ اگر کوئی شخص سامان کو اوپر نیچے رکھتا چلا جائے تو کیا آسمان پر چڑھ جائے گا۔ میں تمھیں ایسی چیز بتاؤ جس کی جڑ زمین میں اور شاخیں آسمان پر ہیں ہر نماز کے بعد

لا الہ الا اللہ واللہ اکبر وسبحان اللہ والحمد للہ

(2) سورہ فاطر رکوع نمبر 2 میں ہے (ترجمہ)

" جو شخص عزت حاصل کرنا چاہے (وہ اللہ ہی سے عزت حاصل کرے) کیونکہ ساری عزت اللہ ہی کے واسطے ہے اسی تک اچھے کلمے پہنچتے ہیں اور نیک عمل ان کو پہنچاتا ہے"

اچھے کلموں سے مراد بہت سے مفسرین کے نزدیک لا الہ الا اللہ ہے جیسا کہ عام مفسرین نے نقل کیا ہے اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد کلمات تسبیح ہیں۔

(3) سورۃ انعام رکوع نمبر 14 (ترجمہ)

"اور تیرے رب کا کلمہ سچائی اور انصاف و اعتدال کے اعتبار سے پورا ہے"

حضرت انسؓ حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ رب کے کلمے سے مراد لا الہ الا اللہ ہے اور اکثر مفسرین کے نزدیک اس سے کلام اللہ شریف مراد ہے۔

(4) سورہ فتح رکوع نمبر 3 میں ہے (ترجمہ)

"پس اللہ تعالیٰ نے اپنی سکینہ (سکون و تحمل یا خاص رحمت) اپنے رسول پر نازل فرمائی اور مومنین پر اور ان کو تقوی کے کلمہ پر (تقوی کی بات پر) جمائے رکھا اور وہی اس تقوی کے کلمہ کے مستحق تھے اور اہل تھے"

تقویٰ کے کلمہ سے مراد اکثر روایات میں یہی وارد ہوا ہے کہ کلمہ طیبہ ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ و حضرت سلمہؓ نے حضور ﷺ سے یہی نقل کیا ہے۔ کہ اس سے مراد لا الہ الا اللہ ہے اور حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت علیؓ، حضرت عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ حضرت ابن عمرؓ وغیرہ بہت سے صحابہ سے یہی نقل کیا گیا ہے عطاء خراسانیؒ سے پورا کلمہ نقل کیا گیا ہے حضرت علیؓ سے

لا الہ الا للہ اللہ اکبر

بھی نقل کیا گیا ہے۔

(5) سورۃ اعلیٰ رکوع نمبر1 میں ہے (ترجمہ)

"فلاح کو پہنچ گیا وہ شخص جس نے تزکیہ کر لیا (پاکی حاصل کی)"

حضرت جابرؓ حضور اقدس ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ "تزکی" سے مراد یہ ہے کہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کی گواہی دے اور بتوں کو خیر آباد کہہ دے حضرت عکرمہؓ کہتے ہیں کہ تزکی کے معنی یہ ہیں کہ لا الہ الا اللہ پڑھے۔ یہی حضرت ابن عباسؓ سے بھی نقل کیا گیا ہے۔

(6) سورۃ ابراھیم رکوع نمبر4 میں ہے (ترجمہ)

(اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو پکی بات (یعنی کلمہ طیبہ) سے دنیا اور آخرت دونوں میں مضبوط رکھتا ہے اور کافروں کو دونوں جہاں میں رسوائی دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ (اپنی حکمت سے) جو چاہتا ہے کرتا ہے"

حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب قبر میں سوال ہوتا ہے تو مسلمان لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دیتا ہے آیت شریفہ میں پکی بات سے یہی مراد ہے حضرت عائشہ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔ حضرت ابو قتادہؓ فرماتے

ہیں کہ دنیا میں پکی بات سے مراد لا الہ الا اللہ ہے اور آخرت میں قبر کا سوال جواب مراد ہے ۔ حضرت طاؤسؒ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے ۔

(7) سورۃ آل عمران رکوع نمبر 7 میں ہے (ترجمہ)

"اے محمد ﷺ آپ فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب آؤ ایک ایسے کلمے کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان (مسلم ہونے میں) برابر ہے وہ یہ کہ بجز اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور ہم میں سے کوئی کسی دوسرے کو رب قرار نہ دے ۔ خداوند تعالیٰ کو چھوڑ کر پھر اس کے بعد بھی وہ اعراض کریں تو تم کہہ دو کہ تم اس کے گواہ رہو کہ ہم لوگ تو مسلمان ہیں"

آیت شریفہ کا مضمون خود ہی صاف ہے کہ کلمہ سے مراد توحید اور کلمہ طیبہ ہے حضرت ابو العالیہ رضی اللہ عنہ اور مجاہدؒ سے صراحت کے ساتھ منقول ہے کہ کلمہ سے مراد لا الہ الا اللہ ہے ۔

(8) سورہ ہود رکوع نمبر 10 میں ہے (ترجمہ)

"(اے محمد ﷺ آپ نماز کی پابندی رکھیے دن کے دونوں سروں پر اور رات کے کچھ حصوں میں بے شک نیک کام مٹا دیتے ہیں (نامہ اعمال سے) برے کاموں کو یہ بات ایک نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لیے"

اس آیت شریفہ کی تفسیر میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں جن میں حضور ﷺ نے آیت شریفہ کی توضیح فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ نیکیاں (اعمال نامہ سے) برائیوں کو مٹا دیتی ہیں ۔ حضرت ابو ذرؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے کچھ نصیحت فرما دیجئے ۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ سے ڈرتے رہو جب کوئی برائی صادر ہو جائے فوراً" کوئی بھلائی اس کے بعد کرو تاکہ اس کی تلافی ہو جائے اور وہ زائل ہو جائے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ لا الہ الا اللہ بھی نیکیوں میں شمار ہے یعنی اس کا ورد اس کا پڑھنا بھی اس میں داخل ہے ۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ نیکیوں میں افضل ترین چیز ہے ۔ حضرت انسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ جو بندہ

رات میں یا دن میں کسی وقت بھی لا الہ الا اللہ پڑھتا ہے اس کے اعمال نامہ سے برائیاں دھل جاتی ہیں۔

(1) سورہ احزاب رکوع نمبر9 میں ہے (ترجمہ)

" اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور راستی کی (پکی) بات کہو اللہ تعالی تمہارے اعمال اچھے کر دے گا اور گناہ معاف فرمادے گا اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ بڑی کامیابی کو پہنچے گا"

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عکرمہؓ دونوں حضرات سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ قولو قولا سدیدا (کہو راستی کی (پکی) بات کے معنی یہ ہیں کہ لا الہ الا اللہ کہا کرو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ سب سے زیادہ پکے اعمال تین چیزیں ہیں ہر حال میں اللہ کا ذکر کرنا (غمی ہو یا خوشی، تنگی ہو یا فراخی) دوسرے اپنے بارے میں انصاف کا معاملہ کرنا (یہ نہ ہو کہ دوسروں پر تو زور دکھلائے اور جب کوئی اپنا معاملہ ہو تو ادھر ادھر کی کہنے لگے) تیسرے بھائی کے ساتھ مالی ہمدردی کرنا۔

(10) سورہ مومن رکوع نمبر1 میں ہے (ترجمہ)

" یہ کتاب اتاری گئی ہے اللہ کی طرف سے جو زبردست ہے ہر چیز کا جاننے والا ہے گناہ کا بخشنے والا ہے۔ اور توبہ کا قبول کرنے والا ہے سخت سزا دینے والا ہے۔ قدرت (عطا) والا ہے اور اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے"

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے اس آیت شریفہ کی تفسیر میں نقل کیا گیا ہے کہ گناہ کی مغفرت کرنے والا ہے اس شخص کے لیے جو لا الہ الا اللہ کہے توبہ قبول کرنے والا ہے اس شخص کی جو لا الہ الا اللہ کہے سخت عذاب والا ہے جو لا الہ الا اللہ نہ کہے ذی الطول کے معنی والا ہے لا الہ الا اللہ رد ہے کفار قریش پر جو توحید کے قائل نہ تھے اور الیہ المصیر کے معنی اس کی طرف لوٹنا ہے اس شخص کا جو لا الہ الا اللہ کہے تاکہ اس کو جنت میں داخل کرے اور اس کی طرف لوٹنا ہے اس شخص کا جو لا الہ الا اللہ نہ کہے تاکہ اس کو جہنم میں داخل کرے۔

(باقی آئندہ)

گوشہ عافیت

ایم محمد طالب گوجرانوالہ

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہے کہ میری صبح کس حالت پر ہوتی ہے۔ پسندیدہ حالت یہ ناپسندیدہ حالت پر کیونکہ مجھے معلوم نہیں کہ جو میں پسند کر رہا ہوں اس میں خیر ہے یا جو مجھے پسند نہیں اس میں خیر ہے حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ کسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے فقر مالداری سے اور بیماری صحت سے زیادہ محبوب ہے حضرت علیؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ابوذرؓ پر رحم کرے میں تو یہ کہتا ہوں کہ جو آدمی بھی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرلے اور یہ سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ جو حالت بھی اس کے لئے پسند فرماتے ہیں وہ خیر ہی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی ہوئی حالت کے علاوہ کسی اور حالت کی کبھی تمنانہ کرے گا اور یہ کیفیت راضی بر رضا کے مقام کا آخری درجہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن ہر آدمی یہ تمنا کرے گا کہ کاش وہ دنیا میں گزارے کے مطابق ہی کماتا اور کھاتا دنیا میں صبح وشام پیش آنے والے حالات میں انسان کا تب نقصان ہوتا ہے جب ان حالات پر دل میں غصہ اور رنج ہو اور تم میں سے ایک آدمی اپنے منہ میں انگارہ اتنی دیر رکھے کہ وہ بجھ جائے یہ اس کے لئے اس سے بہتر ہے کہ جس کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہونے کا فیصلہ کر رکھا ہے اس کے بارے میں وہ یہ کہے کہ کاش یہ نہ ہوتا انسان میں جو جذبہ جلد بازی ہے اس کی وجہ سے اسے بہت زیادہ رنج و غم برداشت کرنا پڑتے ہیں دنیا میں ہم اپنے اردگرد نظر دوڑائیں تو ہر کام اپنے وقت پر ہوتا ہوا نظر آتا ہے وقت سے پہلے آدمی کام کے ہونے کی جتنی مرضی خواہش کرلے یہ ممکن نہیں سال کے بارہ مہینے ایک کے بعد ایک ایک کر کے آئیں گے۔ اگر جون کے مہینے کو ہم چاہیں کہ دسمبر ہو جائے تو یہ ممکن نہیں جس طرح ہر روز سورج کا طلوع ہونا اور اس کا غروب ہونا ایک وقت مقررہ پر ہی ہوتا ہے اسی طرح باقی نظام بھی قائدے اور کلئے کے تحت ہی چلتے ہیں جس کے لئے انسان ہر وقت فکر مند رہتا ہے بقول قبلہ عبدالحکیم انصاریؒ

نمی گویم کہ ایں دہ یا تو آں دہ
ہر آنچہ نزد تو بہتر ہماں دہ

عظمت صحابہؓ

سید محمد عبداللہ بخاری لاہور

فرشتے خدا کی نورانی مخلوق ہیں جو خدا کی حمد و ثنا کرتے ہیں اور خدا کے حکم سے بنی نوع انسان کی خدمت کے لئے نازل ہوتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان فرشتوں کو نظام کائنات چلانے کے لئے مختلف کام سونپے ہیں خدا کے حکم سے یہ فرشتے مومنوں کی خدمت کے لئے نازل ہوتے رہتے ہیں ان میں سوچنے سمجھنے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ یہ صرف وہ کام کرتے ہیں جن کا خدا کی طرف سے حکم ہوتا ہے اور ان کا علم محدود ہوتا ہے ذیل میں کچھ ایسے واقعات بیان کیے جارہے ہیں جن میں فرشتوں نے صحابہ کرامؓ کی مدد فرمائی

حضرت عثمان غنیؓ کی تدفین میں فرشتوں کی شرکت

روایت ہے کہ باغیوں کی ہلڑ بازیوں کے باعث حضرت عثمان غنیؓ کے جسم اطہر کو تین دن تک دفنایا نہ جاسکا پھر کچھ جانثاروں نے رات کی تاریکی میں آپؓ کے جنازہ مبارک کو اٹھا کر جنت البقیع میں پہنچادیا اور آپ کی مقدس قبر کھودنے لگے اچانک ان لوگوں نے دیکھا کہ سواروں کی ایک بہت بڑی جماعت ان کے پیچھے پیچھے جنت البقیع میں داخل ہوئی ان کو دیکھ کر لوگ ڈر گئے اور کچھ نے بھاگ جانے کا ارادہ کرلیا یہ دیکھ کر سواروں نے کہا آپ لوگ ٹھہرے رہیں اور بالکل نہ ڈریں ہم بھی تدفین میں شرکت کے لئے حاضر ہوئے ہیں یہ سن کا لوگوں کا خوف دور ہوگیا اور اطمینان سے آپؓ کو دفن کیا قبرستان سے واپس آکر ان صحابیوں نے قسم کھا کر کہا یقیناً" یہ فرشتوں کی جماعت تھی

فرشتے اور خدمت مومن

حضرت ابوذر غفاریؓ کہتے ہیں کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے حضرت علیؓ کو بلانے کے لئے ان کے مکان پر بھیجا۔ میں نے وہاں یہ دیکھا کہ ان کے گھر چکی بغیر کسی چلانے والے

کے چل رہی ہے جب میں نے آنحضرت سے اس عجیب کرامت کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ! اے ابو ذر ! اللہ تبارک و تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے بھی ہیں جو زمین میں سیر کرتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کی یہ ڈیوٹی بھی لگائی ہے کہ وہ میری آل کی امداد و اعانت کرتے رہیں۔

فرشتوں نے حضرت حمزہ کو غسل دیا

حضرت عبداللہ بن عباس کا قول ہے کہ حضرت حمزہ ؓ کو ان کی شہادت کے بعد فرشتوں نے غسل دیا حضرت محمد ﷺ نے بھی اس کی تصدیق فرمائی کہ بے شک میرے چچا کو شہادت کے بعد فرشتوں نے غسل دیا۔

حضرت سعد بن معاذ کے جنازے میں شرکت

حضرت عبداللہ ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ حضرت سعد بن معاذ کی موت سے عرش الٰہی ہل گیا اور ستر ہزار فرشتے ان کے جنازے میں شریک ہوئے

فرشتوں نے حضرت حنظلہ ؓ کو غسل دیا:۔

جنگ احد میں جب مسلمانوں کو پکارا گیا تو حضرت حنظلہ جلدی میں پکار پہ دوڑے اور غسل واجب ہونے کے باوجود غسل نہ کر سکے جب آپ ؓ شہید ہوئے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ فرشتوں نے انہیں غسل دیا ہے (مشکوۃ شریف)

حضرت عامر بن فہیرہ ؓ کو فرشتوں نے قبر میں دفن کیا:۔

جنگ بیر معونہ میں ستر صحابہ کرام ؓ میں سے صرف عمرو بن امیہ ضمری زندہ بچے باقی سب شہید ہو گئے ان شہدا میں حضرت عامر بن فہیرہ بھی تھے کفار کے سردار عامر بن طفیل کا بیان ہے کہ حضرت عامر بن فہیرہ کی لاش یکدم زمین سے بلند ہو کر آسمان تک پہنچی پھر تھوڑی

دیر بعد وہ آہستہ آہستہ زمین پر آگئی اس کے بعد ان کی لاش تلاش کرنے پر نہیں ملی کیونکہ فرشتوں نے انہیں دفن کر دیا (بخاری شریف)

حضرت جبرائیل حضرت حسان بن ثابتؓ کے مددگار:۔

حضرت حسان بن ثابت کی یہ کرامت ہے کہ جب تک یہ نعت خوانی فرماتے رہتے تو حضرت جبرائیل نصرت و مدد کے لئے ان کے پاس موجود رہتے کیونکہ حضور ﷺ نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے " جب تک حسان میری طرف سے کفار کو مدافعانہ جواب دیتے اور میرے بارے میں اظہار فخر کرتے رہتے ہیں حضرت جبرائیل ان کی مدد فرماتے ہیں

ان اللہ یوید حسان بروح القدس ما نا ضح او فاخر عن رسول اللہ ﷺ

حضرت اسید بن حضیرؓ کے گھر فرشتوں کی آمد:۔

حضرت اسید بن حضیرؓ نے نماز تہجد میں سورہ البقرہ کی تلاوت شروع کی اس گھر میں آپ کا گھوڑا بھی بندھا ہوا تھا اور گھوڑے کے قریب ہی ان کا بچہ یحیٰ بھی سو رہا تھا یہ انتہائی خوش الحانی کے ساتھ قرات کر رہے تھے اچانک ان کا گھوڑا بدکنے لگا یہاں تک کہ ان کو خطرہ محسوس ہونے لگا کہ گھوڑا ان کے بچے کو کچل دے گا نماز ختم کر کے انہوں نے صحن میں آکر دیکھا تو اوپر یہ نظر آیا کہ بادل کے ٹکڑے کی مانند جس میں بہت سے چراغ روشن ہیں اور کوئی چیز ان کے مکان کے اوپر اتر رہی ہے آپ نے اس منظر سے گھبرا کر قرات موقوف کر دی اور صبح کو جب بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر یہ بیان کیا تو رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ فرشتوں کی مقدس جماعت تھی جو تیری قرات کی وجہ سے تیرے مکان کی طرف اتر پڑی تھی اگر تو صبح تک تلاوت کرتا رہتا تو یہ فرشتے زمین سے اس قدر قریب ہو جاتے کہ تمام انسانوں کو ان کا دیدار ہو جاتا (مشکوۃ شریف)

فرشتوں سے حضرت عبداللہ انصاری کی لاش پر سایہ کیا۔

حضرت جابر ؓ کہتے ہیں کہ جنگ احد میں جب میرے والد حضرت عبداللہ انصاری ؓ کی مقدس لاش کو اٹھا کر بارگاہ رسالت میں لایا گیا تو ان کا یہ حال تھا کہ کافروں نے ان کے ناک اور کان کو کاٹ کر صورت بگاڑ دی تھی میں نے چاہا کہ ان کا چہرہ کھول کے دیکھوں تو میری برادری اور قبیلہ والوں نے مجھے اس خیال سے منع کر دیا کہ لڑکا اپنے باپ کا یہ حال دیکھ کر غم والم سے نڈھال ہو جائے گا۔ اتنے میں میری پھوپھی روتی ہوئی ان کی لاش پر آئیں تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم ان پر رؤو یا نہ رؤو فرشتوں کی فوج برابر لگاتار ان کی لاش پر اپنے بازوؤں سے سایہ کرتی رہی ہے۔ (بخاری شریف)

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ نے دو مرتبہ حضرت جبرائیل کو اپنی آنکھوں سے دیکھا

حضرت حارثہ بن نعمان ؓ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو سلام کیا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان کے سلام کا جواب بھی دیا

حضرت عرباض بن ساریہ ؓ نے ربیائیل نامی فرشتہ سے گفتگو کی

حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت عائشہ ؓ کو سلام کرتے تھے بخاری شریف میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ ؓ یہ جبرائیل علیہ السلام ہیں اور تم کو سلام کہتے ہیں تو آپ ؓ نے جواب میں عرض کیا وعلیہ السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

حضرت سلمان فارسی کی دو دفع ملک الموت سے گفتگو ہوئی

حضرت جبرائیل اکثر حضرت دحیہ بن خلیفہ کی شکل میں زمین پر تشریف لاتے تھی

حضرت ابو امامہ کاہلی بھوک و پیاس سے نڈھال ہو کر سو گئے خواب میں فرشتہ نے آپ کو دودھ پلایا جب بیدار ہوئے تو نہ بھوک تھی اور نہ ہی پیاس

حضرت عمران بن حصین ؓ فرشتوں کی تسبیح کی آواز سنا کرتے تھے اور فرشتے آپ سے مصافحہ کیا کرتے تھے

غزوہ بدر میں فرشتے مسلمانوں کی مدد کے لئے نازل ہوئے

محسن انسانیت ﷺ

شہزاد سرور گکھڑ

جب میں نے تاریخ کے جھروکے میں سے جھانک کر دیکھا تو آج سے چودہ سو سال قبل اس سطح ارضی پر ہر طرف جہالت اور گمراہی کے گھناؤنے اور سیاہ بادل منڈلاتے ہوئے نظر آئے شقاوت قلبی کا یہ عالم تھا کہ انسان نے انسان کو اپنا غلام بنا رکھا تھا شقاوت قلبی کا پروردہ انسان انسانیت کے دائرے سے ہٹ کر درندوں اور چوپائیوں کی سی زندگی گزار رہا تھا لکڑی اور پتھر کے بنے ہوئے بت اس کے خدا اور دیوتا تھے کوئی آگ کو پوجتا تھا تو کہیں نجوم و قمر کی عبادت کی جاتی تھی اس حالت عام الفیل میں خدائی جلال جوش میں آیا اور بھٹکتی ہوئی انسانیت کو صراط مستقیم پر لانے کے لئے سسکتی ہوئی انسانیت کی گتھیوں کو سنوارنے کے لئے محسن انسانیت جناب محمد ﷺ کو پیدا فرمایا بقول شاعر

وہ اٹھا خاک بطحا سے سعادت کا امیں ہو کر
علم بردار حق بن کر سپہ سالار دیں ہو کر

گویا وہ ہستی آگئی جس کی شان میں فرمایا گیا اے نبی ﷺ اگر آپ ﷺ کو پیدا نہ کیا جاتا تو دنیا کی کوئی چیز وجود میں نہ آتی۔ ہاں ہاں وہی ہستی آ گئی جس کی شان ان لفظوں میں بیان کی گئی

وما ارسلناک الا رحمتہ اللعالمین

تو گویا آپ ﷺ صرف انسانیت کے ہی نبی نہیں بلکہ عرش و فرش کا نبی لوح و قلم کا نبی، ہوا کے فراٹوں کا نبی، عابدوں کی آواز کا نبی، سوز و ساز کا نبی، زاہدوں کا نبی، نبیوں کا نبی اللہ کا نبی آپ ﷺ کی تشریف آوری سے

پورے عرب کی کایا پلٹ گئی بدو اور زیر دست انسان نیک دل انسان بن گئے ڈاکو اور راہزن بنی نوع انسان کے رہبر و رہنما بن گئے اور

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

اگر محسن انسانیت کی زندگی کا مطالعہ ایک قاضی یا جج کی حیثیت سے کیا جائے تو آپ (ﷺ) عرب کی صادقہ فاطمہ بنت زید کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیتے ہوئے نظر آتے ہیں اگر آپ ﷺ کی زندگی کا مطالعہ ایک استاد یا معلم کی حیثیت سے کیا جائے تو صحابہ کرام ؓ کو درس دیتے ہوئے نظر آتے ہیں گویا آپ ﷺ کی زندگی کا ہر پہلو ہمارے لئے مشعل راہ ہے آخر میں تو یہی کہوں گا کہ

جو کرنی ہے جہانگیری محمد (ﷺ) کی غلامی کر
عرب کا تاج سر پہ رکھ خداوند عجم ہو جا

سلام و پیام

اخبار الاخوان

مجالس شیخ سلسلہ :۔

☆ 7 دسمبر 1997 مرکز تعمیر ملت پہ قبلہ محترم تشریف لائے۔ جسمیں مقامی برادران سلسلہ کی کثیر تعداد کی شمولیت کے علاوہ اسلام آباد اور لاہور کے برادران نے بھی شرکت کی۔

☆ قبلہ محترم نے 18 دسمبر 1997 کو لاہور کے حلقہ کا دورہ کیا۔ اگلے روز واپس تشریف لائے۔

سبق آموز

عبرت

محمد اکرم اوپل جاگیر

گلستان سعدی میں شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ دو شخص آپس کی مخالفت میں اس حد تک پہنچے ہوئے تھے کہ چیتے کی طرح ایک دوسرے پر حملہ کرنے کی سوچتے تھے ایک دوسرے کی شکل دیکھنے کے روادار نہ تھے ایک دوسرے کی نظروں سے بچنے کے لئے انہیں آسمان کے نیچے جگہ نہ ملتی تھی ان میں سے ایک کو موت نے آدبوچا۔ اس کی زندگی کا پیانہ چھلک گیا اس کی موت سے دوسرے کو بہت خوشی ہوئی کافی عرصہ کے بعد وہ اس کی قبر کے پاس سے گذرا تو اس نے دیکھا کہ جس متکبر کے مکان پر سونے کی پالش کی ہوئی تھی آج اس کی قبر مٹی سے بنی ہوئی تھی۔ غصے میں آکر اس نے مرے ہوئے دشمن کی قبر کا تختہ اکھاڑ ڈالا دیکھا تو تاج پہننے والا سر ایک گڑھے میں پڑا ہوا تھا اس کی خوبصورت آنکھوں میں مٹی بھری ہوئی تھی وہ قبر کی جیل میں قید ہو چکا تھا اور اس کو کیڑے مکوڑے کھا رہے تھے اس کا موٹا تازہ جسم پہلی رات کے چاند کی طرح پتلا ہو چکا تھا اور اس کا سرو قد تنکے کی طرح باریک ہو گیا تھا۔ اس کے پنجے اور ہتھیلی کے جوڑ بالکل علیحدہ ہو چکے تھے یہ حالت زار دیکھ کر اس کا دل بھر آیا اس کے رونے سے قبر کی مٹی تر ہو گئی وہ اپنی کرتوتوں سے شرمندہ ہو گیا اور تلافی کے لئے اس نے حکم دیا کہ اس کی قبر پر لکھ دیا جائے کہ کوئی شخص دشمن کی موت پر خوش نہ ہو کیونکہ وہ خود بھی زیادہ دیر تک موت کے ہاتھوں بچ نہیں سکے گا اس کی یہ بات سن کر ایک خداشناس آدمی کو رونا آگیا کہنے لگا اے قادر مطلق خدا اگر تو نے اس کی بخشش نہ کی جس کی حالت پر دشمن بھی رو پڑا تو تیری رحمت پر بڑا تعجب ہو گا ہمارا جسم بھی کسی دن ایسا ہی ہو جائے گا کہ اسے دیکھ کر دشمنوں کو بھی رحم آجائے گا

بانی سلسلہ کی تصانیف

"حقیقت وحدت الوجود" یہ کتاب وحدت الوجود کے موضوع پر ایک مختصر مگر نہایت مدلل اور اہم دستاویز ہے خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے دوران سلوک جو دیکھا اس حقیقت کو عام فہم دلائل کی روشنی میں نہایت ہی آسان زبان میں بیان کر دیا ہے تاکہ متلاشیان حق غلط راہوں میں پڑ کر گمراہ نہ ہو جائیں اس میں جو موضوعات زیر باعث آئے ہیں ان میں سے خاص خاص یہ ہیں

☆ انسان کی بقا اور ترقی کے لئے مذہب کیوں ناگزیر ہے

☆ روحانی عوالم اور روح کے سفر کا حال عالم ھو کی خصوصی تشریح

☆ سلوک کے دوران کون سے مقام پر وحدت الوجود کی کیفیت محسوس و مدرک ہوتی ہے

☆ وہ بنیادی سوال جس نے نظریہ وحدت الوجود کو جنم دیا۔

☆ اس اہم سوال کا جواب ہندو مفکرین، مادہ پرست دانشوروں اور فلاسفروں نے کیا دیا ہے

☆ حضرت ابن عربیؒ کے نظریہ وحدت الوجود اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے وحدت شہود میں فرق

☆ روحانی سلوک کے دوران تمام بزرگان عظام کو ہو جانے والی غلط فہمیاں

☆ حضرت حسین ابن منصور حلاجؒ کے دعوی انا الحق کی توجیہہ

☆ وحدت الوجود کی قائل جماعت کے نظریات اور قرآنی احکامات کیا ہیں

ان تمام امور پر محققانہ بحث و تنقید کے بعد حقیقت طشت از بام کر دی گئی ہے۔ اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والوں اور الجھنوں میں گرفتار طالبان حقیقت کے لئے یہ کتاب ایک نعمت سے کم نہیں۔